پسِ دیوار

(نواں شعری مجموعہ)

2015

ارشاد عرشی ملک

فہرست

1۔۔۔۔۔اُردو ہے مرا نام 7

2۔۔۔۔۔نوحؑ کی نئی ناؤ 13

3۔۔۔۔۔غزہ اور گجرانوالہ میں شہید ہونے والے بچوں کا نوحہ 16

4۔۔۔۔۔یاد رکھو آسمانوں سے نہ کوئی آئے گا 17

5۔۔۔۔۔ماما، مرنے سے کیا درد بھی ہوتا ہے 19

6۔۔۔۔۔وہ سترہ دِن (حصہ اول اور دوم) 22

7۔۔۔۔۔ہم وہاں اِک جہان چھوڑ آئے 31

8۔۔۔۔۔پسپائی کے لمحے سرکش انسانوں تک آجاتے ہیں 38

9۔۔۔۔۔سودا 41

10۔۔۔۔۔وقت کا زیاں 44

11۔۔۔۔۔مسلمان ہزاروں 46

12۔۔۔۔۔حرفِ دعا دیا کبھی حرفِ دعا لیا 49

13-----لوٹ آؤ 53

14-----آؤ کہ شہرِ دل کو اِک بار پھر سجائیں 60

15-----تھے وصل سے بھی بڑھ کے مزے ہجرِ یار کے 62

16-----بڑھاپے کی ایک اہم دعا 68

17-----ملالہ کے نام 74

18-----خدا سے دل لگانے کی ہمیں فرصت نہیں ملتی 76

19-----ماں تیری ہے 79

20-----جو ملک نام پہ اسلام کے بنا اس میں 81

21-----آپ مجھ کو سمجھ نہیں سکتیں 83

22-----شیر اور کُتا 84

23-----بیٹی اور دروازہ 86

24-----بیٹی اور باپ 93

25-----یقین 95

26۔۔۔۔۔پہلی بار 98

27۔۔۔۔۔مسلمان اور کُفر کے فتوے 101

28۔۔۔۔۔یہ جہاں اک بت کدے کی مثل ہے 103

29۔۔۔۔۔ڈاکٹر اور سرجری 105

30۔۔۔۔۔موت کے بعد 110

31۔۔۔۔۔دیکھئے کب تک رہے 114

32۔۔۔۔۔رقص کیا 117

33۔۔۔۔۔سائباں سے باہر ہوں 119

34۔۔۔۔۔ہاں پیار کیا ہم نے 122

35۔۔۔۔۔مری مٹی 125

36۔۔۔۔۔خاموشی 128

37۔۔۔۔۔پل پل جینا، پل پل مرنا کیوں اس دل کو بھائے 131

38۔۔۔۔۔چُپ بول اُٹھتی ہے 134

39۔۔۔۔۔ہے توبہ کی تڑپ جب تک دل بیمار میں زدہ 138

40۔۔۔۔۔ہو جیسے درد کا سُر شوخیِ اظہار میں زندہ 141

41۔۔۔۔۔ابھی ہیں خواب آنکھوں میں ابھی تعبیر زندہ ہے 144

42۔۔۔۔۔دل پہ وہ کرب کے سائے ہیں کہ جی جانتا ہے 148

43۔۔۔۔۔چُپ لگی جب سے لبوں پر چین ہے آرام ہے 151

44۔۔۔۔۔نہ ضبطِ غم کا ہے نہ عرضِ حال کا موسم 154

45۔۔۔۔۔حق الیقین 158

46۔۔۔۔۔رشتے اور یقین 160

47۔۔۔۔۔اپنے نواسے جلال گوس سے جدائی پر ایک نظم 161

48۔۔۔۔۔گفتار کے غازیوں کے نام 163

49۔۔۔۔۔روز و شب لوگوں کو دکھ دیتے ہو تم 164

50۔۔۔۔۔حضرت مسیح موعودؑ کے لئے چند اشعار 165

51۔۔۔۔۔میں تیری شان میں اتنے قصیدے اور لکھوں گی 166

52۔۔۔۔۔قطعات 168

53۔۔۔۔۔متفرق اشعار 175

54۔۔۔۔۔خدا موجود تھا اور تم نہیں تھے 178

اردو ہے مرا نام، میں صدیوں سے رواں ہوں

ارشاد عرشیؔ ملک

اردو ہے مرا نام، میں صدیوں سے رواں ہوں
صد فخر کہ میں مہدیِؑ دوراں کی زباں ہوں

"میں اہلِ سُخن کی سدا آغوش میں کھیلی
کل مِیر کی ہمراز تھی، غالب کی سہیلی
پھر داغ کے آنگن میں کِھلی بن کے چمیلی
مومن نے سجائی مرے خوابوں کی حویلی"

وہ میرا لڑکپن تھا مگر آج جواں ہوں
صد فخر کہ میں مہدیِؑ دوراں کی زباں ہوں
اردو ہے مرا نام میں صدیوں سے رواں ہوں

اول تو مرے سَر پہ مسیحؑا کا ہے سایہ
پھر فضلِ عُمر نے مجھے سینے سے لگایا
منصب نے خلافت کے مرا مان بڑھایا
اور دل میں جماعت کے مرا پیار جگایا

احمدؑ کے جیالوں کے لئے جنسِ گراں ہوں
صد فخر کہ میں مہدیِؑ دوراں کی زباں ہوں
اردو ہے مرا نام میں صدیوں سے رواں ہوں

حائل مری راہوں میں زماں ہے، نہ مکاں ہے
یورپ میں بھی گرویدہ، مرا ایک جہاں ہے
حاصل مجھے مہدیؑ کی جماعت میں اماں ہے
ہر شخص کے چہرے سے مرا شوق عیاں ہے

اُلفت مرا مسلک ہے، میں اِک جائے اماں ہوں
صد فخر کہ میں مہدیِؑ دوراں کی زباں ہوں

اردو ہے مرا نام میں صدیوں سے رواں ہوں

اللہ کے قربان مجھے جس نے چُنا ہے
اور تاجِ وحی، عاجز و احقر پہ دھرا ہے
الہام کا بھی ساغرِ لبریز دیا ہے
صدقے مجھے مہدیؑ کے مِلا عیشِ بقا ہے

اِک زندہ حقیقت ہوں میں کب وہم و گماں ہوں
صد فخر کہ میں مہدیِؑ دوراں کی زباں ہوں
اردو ہے مرا نام میں صدیوں سے رواں ہوں

ہر لہجہ سمونے کو کھلی ہیں مری بانہیں
پاتے ہیں مجھی میں نئے الفاظ پناہیں
پھیری نہیں میں نے تو کسی سے بھی نگاہیں
ہر قوم پہ وَا، میری محبت بھری راہیں

اُلفت کا سمندر رہوں، رہِ دیدہ وراں ہوں
صد فخر کہ میں مہدیؑ دوراں کی زباں ہوں
اردو ہے مرا نام میں صدیوں سے رواں ہوں

ہر دیس میں بستے ہیں مرے چاہنے والے
ہیں شعر و ادب سے مرے لبریز پیالے
اس دور میں یوں شرق و غرب میں نے اُجالے
اب سیکھ رہے ہیں مجھے گورے ہوں کہ کالے

اس دور مشینی میں سکونِ دل و جاں ہوں
صد فخر کہ میں مہدیؑ دوراں کی زباں ہوں
اردو ہے مرا نام میں صدیوں سے رواں ہوں

کہتی ہوں میں سب سے مجھے سیکھو، مجھے بولو

مجھ نعمتِ یزداں میں دل و جاں کو بھگولو
پڑھو مجھے گھر گھر مجھے سینے میں سمولو
خسرو کی پہیلی ہوں، مرا بھید تو کھولو

صدیوں پہ میں پھیلی ہوں نہاں اور عیاں ہوں
صد فخر کہ میں مہدیِؑ دوراں کی زباں ہوں
اردو ہے مرا نام میں صدیوں سے رواں ہوں

تاباں میرا ماضی تھا، نہیں اب بھی اکیلی
ہر مُلک میں احمدؑ کی جماعت میری بیلی
الہام و وحی سے ہے رَچی میری ہتھیلی
اس دور کی دُلہن ہوں نئ اور نویلی

محبوبِ زمانہ ہوں ، یہاں اور وہاں ہوں

صد فخر کہ میں مہدیؑ دوراں کی زباں ہوں

اردو ہے مرا نام میں صدیوں سے رواں ہوں

اِک روز مجھے فخر سے اپنائے گی دنیا

بانہوں میں مری چین وسکوں پائے گی دنیا

مہدیؑ کے ہر اِک لفظ کو دھرائے گی دنیا

عرشیؔ کبھی اس فہم پہ اِترائے گی دنیا

تحریر کا تقریر کا میں حُسنِ بیاں ہوں

صد فخر کہ میں مہدیؑ دوراں کی زباں ہوں

اردو ہے مرا نام میں صدیوں سے رواں ہوں

* * * * * * * *

نوحؑ کی نئی ناؤ

ارشاد عرشیؔ ملک

ہزاروں سال پہلے نوحؑ نے کشتی بنائی تھی
ہزاروں سال پہلے جب خبر طوفاں کی آئی تھی

خُدا نے اپنی نگرانی میں یہ کشتی تھی بنوائی
سبھی تختوں کو جُڑوایا اور اِک اِک میخ لگوائی

سو ہر طوفاں پہ غالب آگئی، وہ نوحؑ کی کشتی
زمانے بھر میں شہرت پا گئی، وہ نوحؑ کی کشتی

____

خدا نے دورِ حاضر میں یہ کشتی پھر ہے بنوائی
وہی تاریخ ماضی کی نئی صورت میں دھرائی

نئے جلوے دکھائے ہیں، نئے انداز اپنائے
پیامِ خاص سے، امر و نہی کے کیل لگوائے

کہا اللہ نے مہدیؑ سے، کر تیار اِک کشتی
بنا تعلیمِ دینِ حق سے، پائیدار اِک کشتی

بٹھا اس ناؤ میں اُن کو، جو پیروکار ہوں تیرے
جو ایماں تجھ پہ لائیں، عشق میں سرشار ہوں تیرے

مسافر ہوں وہی اس کے، رہیں قائم جو تقویٰ پر
اطاعت جن کا شیوا ہو، رہیں دائم جو تقویٰ پر

یہی تعلیمِ عرشی ڈھل گئی آخر جماعت میں
خلافت نے سمیٹا اس کو پھر آغوشِ وحدت میں

یہی کشتی ہے اب جائے اماں موجِ ضلالت میں
چلی جاتی ہے ہنستی کھیلتی بحرِ حوادث میں

جو طوفاں اس سے ٹکرائے، ہوئے ہیں پاش پاش آخر
جو اس کو کاٹنے آئے، ہوئے وہ قاش قاش آخر

محافظ ہے یہ اپنی اور ہم اس کے محافظ ہیں
خدا ہے ناخدا اس کا وگرنہ ہم تو عاجز ہیں

جِسے طوفاں سے بچنا ہو، وہ اس کشتی میں آجائے
خدا کو سونپ کر خُود کو سکون و چین پا جائے

____

غزہ اور گوجرانوالہ میں ہلاک ہونے والے بچوں کے والدین کا نوحہ

ارشاد عرشیؔ ملک

ہمارے دل سے پوچھو، کس طرح یہ عید گزری ہے

خریدے ہیں کفن بچوں کے، کپڑوں کی جگہ ہم نے

یادرکھو آسمانوں سے کوئی نہ آئے گا

ارشاد عرشی ملک

یادرکھو آسمانوں سے کوئی نہ آئے گا
حشر تک چاہے کرو تُم انتظار
جاپڑیں قبروں مین کتنی پیڑھیاں
کوئی نہ اُترا لگا کر سیڑھیاں
کوئی مہدیؑ بھی ملا نہ زیرِ غار
تیرِ مایوسی ہے دل کے آر پار
مر گئے ماضی کے سارے منتظر
اور مر جائیں گے دورِ حال کے اُمید وار
کُوچ کر جائیں گی ہو کر نامُراد
دورِ مستقبل کی نسلیں بے شُمار
کوئی نہ دیکھے گا عیسیٰ ابنِ مریم کا نزول

مت کرو خود کو ملول

یہ توقع ہے فضول

آ گیا ہے جو، اُسے کر لو قبول

ماما مرنے سے کیا درد بھی ہوتا ہے؟؟

ارشاد عرشیؔ ملک

آتش بازی، آتش بازی

میرا منجھلا بیٹا چیخا

غازہ پر بمباری کا آغاز ہوا جب

____

میری بیٹی ڈر کر بولی

آتش بازی کب ہے بھائی

یہ شائد بمباری ہے

گندی آتش بازی

جس میں لوگ اچانک جَل جاتے ہیں

مر جاتے ہیں

میں اِک ماں ہوں

غم سے جس کا دل ہے بھاری

اندیشے ہیں جس پر طاری

اب غازہ کے گھر گھر میں ہے ماتم جاری

صبح و شام ،دھماکے ، چیخیں

آگ اور خون کی پیہم ہولی

بچوں کو جنگ جُو طیاروں اور بموں کے نام ہیں ازبر

بھول چُکے ہیں ،وہ اسکول، کھلونے ، گیمیں

ہر حملے کے بعد وہ پوچھا کرتے ہیں

کتنے لوگ ہوئے ہیں زخمی؟؟

کتنے لوگ مرے ہیں ماما؟؟

اُن میں بچے کتنے تھے؟؟

بچوں کو کیوں مار رہے ہیں؟؟

کیا اِن کو معلوم نہیں ہے

بچے مرنے سے ڈرتے ہیں

ماما مرنے سے کیا درد بھی ہوتا ہے؟؟

کتنا درد بتاؤ ناں؟؟

اُن کی باتیں مجھ کو گونگا کر دیتی ہیں

دل کو درد سے بھر دیتی ہیں

وہ سترہ دن (حصہ اول)

ارشاد عرشی ملک

اس سال جلسہ سالانہ پر جانے کی سعادت میسر آئی۔ جلسے کے بعد 17 دن تک مشاعرے اور نجی شعری نشستیں ہوتی رہیں۔ میں 23 ستمبر کو پاکستان واپس پہنچی ہوں لیکن ان محفلوں کی یادیں اب تک دل کو گرماتی ہیں اور کچھ اشعار ہو گئے۔ اہل دل اور اہلِ ادب احباب کی نذر ہیں۔ عرشی ملک

پُر لُطف فضائیں لندن کی پھر وارے نیارے، سترہ دِن
جیون میں امرت گھول گئے، وہ امرت دھارے، سترہ دِن

ہاں قُرب میں کوثر کے گذرے، دن رات ہمارے، سترہ دِن
یادوں کے اُفق پر روشن ہیں، اب بن کے ستارے، سترہ دِن

گھر گھر میں سُخن کی محفل تھی، ہاں سرو و سمن کی محفل تھی
کچھ اہلِ دل کی قُربت میں کیا خُوب گذارے، سترہ دِن

میں نام لکھوں تو کس کس کا، سب پیارے پیارے لوگ ملے
اور پیاری پیاری باتوں سے اُن سب نے نکھارے، سترہ دِن

ہر شام نئی اِک محفل تھی ہر شام دلوں میں ہلچل تھی
پھر خُوب اُڑائے ہم نے بھی شعروں کے شرارے، سترہ دِن

گیتوں میں مرے، آوازوں کا رس بہنوں نے جب ٹپکایا
لگتے رہے، اپنے ہی مجھ کو اشعار پیارے، سترہ دِن

آوازیں صدفہ، اسماء کی جادو سا دلوں پر کرتی تھیں
تھے حُسنِ سماعت پر احساں، وہ پیارے پیارے، سترہ دِن

اِک بحرِ محبت بہتا تھا پُرجوش روانی میں اپنی
اور داد کے چھینٹے خوب اُڑے، اِس بحر کنارے، سترہ دِن

ہر دل میں ملن کی چاہت تھی، پر وقت کی کافی قلت تھی

سیر اب نہ سب کو کر پائے، ہائے بیچارے، سترہ دِن

پنچھی کی طرح آزاد تھے ہم، بے فکرے تھے، دل شاد تھے ہم

اَن چھوے تھے سب فکروں سے، گویا تھے کنوارے، سترہ دِن

اِک پینگ محبت کی ڈالی، کوثر نے فضا میں لندن کی

جی بھر کے لئے پھر بہنوں نے بھی خُوب ہلارے، سترہ دِن

وہ ہاؤ ہُو تھی بعض جگہ، سنجیدہ دل بھی جُھوم اُٹھے

پھر بزم کی رونق بن کر سب نے نعرے مارے، سترہ دِن

تھے گُلو بٹ سے خوفزدہ، ڈر ڈر کے فوزیہ بٹ سے ملے

مصرعوں کی ڈانگ وہ تھامے تھیں، پھر پڑے "پواڑے" سترہ دن

دھرنا بھی سجایا فوزی نے، کچھ رعب جمایا فوزی نے

ہم دبکے دبکے "رینجر" تھے، سو "چوں نہ پکارے، سترہ دن

ہونٹوں پہ ہنسی لے آتے ہیں، پر پلکیں نم کر جاتے ہیں

دیوارِ دل پر پڑتے ہیں بن کر لشکارے، سترہ دِن

ہر محفل کا تھا لُطف جُدا، یاد آتا ہے ہر ایک مزہ

پھر پیار کے تڑکے نے عرشی کیا خُوب بگھارے، سترہ دِن

گھر چھوٹے تھے گو لندن میں، پر دل تھے وسیع محلوں کی طرح

پھر جپھیوں، پپیوں میں گذرے، پُر کیف ہمارے، سترہ دِن

پردیس میں ایسے لوگ ملے، تھا جن سے دِل کا تار بندھا

اور دیس میں گورے لوگوں کے، اپنوں میں گذارے، سترہ دِن

بازار اور گلیاں لندن کی، رونق رنگ رلیاں لندن کی

کن اکھیوں سے دیکھے ہم نے کچھ شوخ نظارے، سترہ دِن

خاموش اکیلے جیون میں، یک لخت انوکھے دِن تھے

لگتا ہے کہ مولا نے بخشے احقر کو اُدھارے، سترہ دِن

تا عمر سجا کر رکھوں گی یادوں کے دریچوں میں اِن کو

نایاب بھی ہیں، کمیاب بھی ہیں یہ پیارے پیارے، سترہ دِن

جاری ہے----------

وہ سترہ دن (حصہ دوم)

ارشاد عرشی ملک

وہ رات ڈھلے کی خُنکی تھی اور لمبی لمبی سیریں تھیں

کچھ باتیں، کچھ سرگوشی تھی، کچھ چُپ نے نکھارے، سترہ دن

خاموش محبت کوثر کی، یاد آتی دل گرماتی ہے
دن رات کی چاہت سے اُس نے کیا خُوب سنوارے، سترہ دن

نازک سی حمیرا کے دم سے، اس گھر میں کتنی رونق تھی
اُس کی چائے بِن ہو جاتے، کھارے کھارے، سترہ دن

کچھ سیپ اور موتی چھوڑ گئے، یادوں کے سُہانے ساحل پر
پھر بہہ گئے وقت کے دھارے میں وہ پیارے پیارے، سترہ دن

موسیقی کی مدھم لَے پر، کوثر کا چلانا گاڑی کو
اور دل کا لینا گیتوں پر خاموش ہلارے، سترہ دن

ہاں انٹرنیٹ کے زریعے سے اَن دیکھا سا جو رشتہ تھا
وہ مِل کے محبت میں بدلا تھے راج دُلارے، سترہ دن

احساسِ تشکر ہے میرا کوثر کے میاں اور بچوں سے
جی جان کی وسعت سے سب نے کیا خُوب گذارے، سترہ دن

نسرین، ثریا اور صدفہ، پھر فائقہ، رفعت اور ودُود
پھر باسط اور بُشراؤں کی صحبت میں گذارے، سترہ دن

جاں پیار میں ڈوبی رہتی تھی، واں نہرِ کوثر بہتی تھی
سیر اب ہمیں کرتے ہی رہے، اس نہر کے دھارے، سترہ دن

اشعار سُنا کر شام و سحر، عرشیؔ کا گلا تو بیٹھ گیا
پر داد ہے سننے والوں کو، نہ ہمت ہارے، سترہ دن

کچھ ایسی فضلِ ربی کی دن رات وہاں برسات ہوئی
گو اینٹ تھی موری کی عرشی، پر ملے چوبارے، سترہ دن

ہو جس کو میسر، کوثر جیسا پیارا ساتھی روز و شب

وہ کیوں نہ: کھلاڈُلا: ہو کر پیر پسارے، سترہ دن

جلسے میں جو بیتے شام وسحر، کچھ اُن کا جُدا افسانہ ہے
وہ اِک سنجیدہ قصہ ہے، چنچل تھے ہمارے، سترہ دن

پھر ملنا پیارے آقا سے گو پانچ منٹ کا ملنا تھا
پر دل دیوانہ گھوما ہے اس در کے دوارے، سترہ دن

اور آپا جان کی پیاری قربت، میٹھی میٹھی باتیں تھیں
اُس سُندر شام نے مہکائے پھر خوب ہمارے، سترہ دن

چہرے پر پیارے آقا کے مسکان سجی جب ہم سے ملے
پھر دل میں امرت گھول گئے، وہ امرت دھارے، سترہ دن

آقا نے تبرک جو بخشا، اس قلم سے یہ اشعار لکھے
پرنام ہیں پیاری کوثر کے، تھے جس نے سنوارے، سترہ دن

پھولوں سے بھرے، خوشبو سے بھرے، وہ رنگیں لمحے بیت گئے
یادوں کے اُفق پر اُڑتے ہیں اب بن کے غبارے، سترہ دن

انجان سی میں بن جاتی ہوں مفہوم سمجھ کر بھی اِن کا
کرتے ہیں وگرنہ پیار بھرے، ہر وقت، اشارے، سترہ دن

ہر گام پہ فضلِ ربی کے اَن گنت تھے جلوے، چاروں سُو
اِک خوان بنا کر نعمت کا مولا نے اُتارے، سترہ دن

جو عرشیؔ نے محسوس کیا، اِک نظم میں اس کو کہہ ڈالا
اب تُم بھی بتاؤ کوثر جی کیسے تھے تمہارے، سترہ دن

ہم وہاں اِک جہان، چھوڑ آئے

(لندن سے واپسی پر)

ارشاد عرشیؔ ملک

آپ کا آستان، چھوڑ آئے
پیار کا سائبان، چھوڑ آئے
اپنا پندار ومان، چھوڑ آئے
جس کی آنکھوں میں عکس تھا اپنا
ہائے وہ میزبان، چھوڑ آئے
ہم وہاں اِک جہان، چھوڑ آئے

لوٹ کر آگئے ہیں لندن سے
دل بندھا ہے پر ایک بندھن سے

یاد آتے ہیں لوگ چندن سے

ہم اکیلے ہی لوٹ آئے ہیں

سب کے سب مہربان، چھوڑ آئے

ہم وہاں اِک جہان، چھوڑ آئے

اپنے حُجرے میں آن بیٹھے ہیں

سر پہ تنہائی تان بیٹھے ہیں

لے کے اِک، داستان بیٹھے ہیں

خود کو لگتے ہیں ہم ادھورے سے

تیِر لائے، کمان چھوڑ آئے

ہم وہاں اِک جہان، چھوڑ آئے

وہ خلوص اور وہ کھلی بانہیں

وہ محبت کی ریشمی راہیں

کیوں بچھڑتے ہیں ہم جنہیں چاہیں

بات کرنے کو جی نہیں کرتا

ہم وہیں پر زبان، چھوڑ آئے

ہم وہاں اِک جہان، چھوڑ آئے

دل ہے سینے میں آبلہ جیسے

جسم سے روح ہو خفا جیسے

لفظ معنی سے ہو جُدا جیسے

دل پہ لے کر نشان اُلفت کے

خُود کو ہم بے نشان، چھوڑ آئے

ہم وہاں اِک جہان، چھوڑ آئے

دل کی بے اختیاریاں باقی

شوق کی بے قراریاں باقی

شب کی اختر شماریاں باقی

ہائے ایذاء پسندیاں اپنی

جسم لے آئے، جان، چھوڑ آئے

ہم وہاں اِک جہان، چھوڑ آئے

دل ہے فرقت میں داغ داغ اپنا
ٹمٹماتا سا ہے چراغ اپنا
ہائے ملتا نہیں سُراغ اپنا
سوچ کی ناؤ ہے تھپیڑوں میں
پیار کے بادبان چھوڑ آئے
ہم وہاں اِک جہان، چھوڑ آئے

قہقہے، چھیڑ چھاڑ، رنگ رلیاں
شاعری کی وہ ادھ کِھلی کلیاں
ہائے لندن کی وہ حسیں گلیاں
جن میں بستے تھے لوگ چندن سے
ہم وہ سارے مکان چھوڑ آئے
ہم وہاں اِک جہان، چھوڑ آئے

دل سرِ راہ گزار بیٹھا ہے
غم کا اوڑھے غبار بیٹھا ہے
کس قدر بے قرار بیٹھا ہے
بے سُرے ہو گئے ہیں سُر سارے
گیت باقی ہے تان چھوڑ آئے
ہم وہاں اِک جہان، چھوڑ آئے

عشق باقی نہ عاشقی باقی
رہ گئی صرف بے دلی باقی
تھی ابھی دل کو تشنگی باقی
ان کہا تھا ابھی کچھ افسانہ
بات کو درمیان چھوڑ آئے
ہم وہاں اِک جہان، چھوڑ آئے

کوئی ہمدم نہ ہم نشیں عرشی
لے کے آئے دلِ حزیں عرشی

رہ گئے ہم وہیں کہیں عرشی

شہرِ لندن سنبھال کر رکھنا

ہم دلِ نیم جان چھوڑ آئے

ہم وہاں اِک جہان، چھوڑ آئے

حالِ دل محفلوں میں کہتے تھے

شعر رقصاں لبوں پہ رہتے تھے

دل میں جھرنے خوشی کے بہتے تھے

پھر وہی رینگتا ہوا جیون

ہم وہ اونچی اُڑان چھوڑ آئے

ہم وہاں اِک جہان، چھوڑ آئے

پر لگا کر جو وقت اُڑتا ہے

لاکھ موڑو، مگر نہ مُڑتا ہے

دل کہ بستا ہے نہ اُجڑتا ہے

روز آتے ہیں واں سے سندیسے

جس جگہ داستان چھوڑ آئے

ہم وہاں اِک جہان، چھوڑ آئے

*****

پسپائی کے لمحے سرکش انسانوں تک آجاتے ہیں

ارشاد عرشیؔ ملک

پَسپائی کے لمحے، سرکش انسانوں تک آجاتے ہیں
حرفِ آخر کہنے والے، اِمکانوں تک آجاتے ہیں

بازی اُلٹی پڑ جائے تو یک دم وقت بدل جاتا ہیں
اُونچے ایوانوں میں بیٹھے، تہہ خانوں تک آجاتے ہیں

خُودغرضی کی بھٹی پڑ کر جب شہرت، گالی بن جائے
عاقل بھی تب اوساں کھو کر دیوانوں تک آجاتے ہیں

وقت کی کروٹ اکثر چڑھتے سورج کو گہنا دیتی ہے
کھیل کھیل میں پتھر، شاہوں، سُلطانوں تک آجاتے ہیں

جن سے ہاتھ ملانے والے، ہاتھ نہ دھویا کرتے تھے
ایسے ایسے دلکش چہرے، بے گانوں تک آجاتے ہیں

ہنسی ہنسی میں بولے فقرے، دل کو زخمی کر دیتے ہیں
سُندر جھونکے، پلک جھپکتے، طوفانوں تک آجاتے ہیں

ہونٹوں سے نکلی باتیں، جھٹ کوٹھوں پر چڑھ جاتی ہیں
گھر اندر کے جھگڑے، قصوں، افسانوں تک آجاتے ہیں

سر میں کوئی سودا ہو تو، دل میں ہلچل رہتی ہے
ورنہ تو فرہاد سے بھی، تن آسانوں تک آجاتے ہیں

بعض اوقات زلیخا بن کر تہمت پیچھے پڑ جاتی ہے
یوسف جیسے مومن بندے، زندانوں تک آجاتے ہیں

عقل کو اندھا کر دیتی ہے، جب خواہش کی سبز پری
دانش ور بھی کعبہ چھوڑ کے بُت خانوں تک آ جاتے ہیں

ہم ناحق بدنام ہوئے گو چاک تھا کُرتہ پیچھے سے
کیا کیا نہ الزام یہاں ہم حیرانوں تک آ جاتے ہیں

بیش از قسمت جب نہ پائیں، پیش از وقت بھی منہ کی کھائیں
ہوس کے مارے ناداں، بھتوں، تاوانوں تک آ جاتے ہیں

یہ دُنیا کی ریت پُرانی، پل میں سوچ بدل جاتی ہے
مدح کرنے والے طعنوں بہتانوں تک آ جاتے ہیں

رونق میلے چھوڑ کے عرشیؔ، مت سایوں کے پیچھے بھاگ
سایوں کے سنگ چلنے والے، ویرانوں تک آ جاتے ہیں

سودا

(ماخوذ)

ارشاد عرشیؔ ملک

رات کمرے میں مرے آہٹ ہوئی
ماں اسی کمرے میں تھی سوئی ہوئی
آنکھ جب کھولی تو دیکھا ناگہاں
سامنے اپنے فرشتہ موت کا

میں نے پوچھا
کس لئے آئے ہو تُم؟
کیا سندیسہ اِس گھڑی لائے ہو تُم؟
سرد لہجے میں وہ عرشیؔ بول اُٹھا
ساتھ لے جانا ہے امی کو تری

اس گھڑی یہ زمہ داری ہے مری

\-------------

میرا دل لرزا اور آنکھیں نم ہوئیں
آرزوئیں ساری وقفِ غم ہوئیں
گِڑگڑا کے میں نے دھیرے سے کہا
لوٹ جاؤ، ماں سے مجھ کو پیار ہے
اُس کے بِن جینا مرا دُشوار ہے

\---------------

وہ لگا کہنے خدارا چُپ رہو
لوٹ کر خالی میں جا سکتا نہیں
اپنے رب کو منہ دکھا سکتا نہیں
بول اُٹھا میں سِسک کر اُس گھڑی
کیوں ہے تم کو اِس قدر جلدی پڑی

\---------------

آؤ میرے ساتھ، اِک سودا کرو
رحم کر کے میری ماں کو چھوڑ دو

اور مجھ کو ساتھ اپنے لے چلو

ہنس کے پھر بولا فرشتہ موت کا

تم کو لے جانے کو ہی آیا تھا میں

میرے پاؤں کو ذرا ٹھوکر لگی

ماں تمہاری ہڑبڑا کر جاگ اُٹھی

گفتگو اُس سے بھی ایسی ہی ہوئی

تم سے پہلے وہ ہے سودا کر چکی

وقت کا زیاں

ارشاد عرشیؔ ملک

بہت نازاں نہ ہو یاروں
سے تُو ملنے ملانے پر
مسلسل فون کرنے پر
بہت یاری جتانے پر
کبھی گپیں لگانے پر
کبھی کھانے کھلانے پر
کبھی تحفے تحائف پر
کبھی رسمیں نبھانے پر

بس اتنا جان لے پیارے
ترے احباب یہ سارے
جنازے پر ترے آئیں گے
عُجلت میں مگر ہوں گے
بہت جلدی فراغت ہو

یہی اِک آرزو ہو گی

نگاہوں ہی نگاہوں میں

یہ ان میں گفتگو ہو گی

\-\-\-\-\-\-\-\-\-\-\-

ابھی تدفین میں لگتا ہے

کافی دیر باقی ہے

زیاں ہو گا، یہاں تو وقت

کا آنسو بہانے پر

بہت ہی دُور قبرستان ہے

پھر جانے آنے پر

کھسک جانا ہے رستے میں

مناسب سے ٹھکانے پر

ابھی دفتر بھی جانا ہے

اور اُس کے بعد کھانے پر

\-\-\-\-\-\-\-\-\-

مسلمان ہزاروں

ارشاد عرشی ملک

دِکھنے کو تو دِکھتے ہیں مسلمان ہزاروں
بکتے ہیں مگر شہر میں ایمان ہزاروں

کچھ اَمر و نہی کا انہیں احساس نہیں ہے
بغلوں میں لئے پھرتے ہیں قُرآن ہزاروں

آلودہ ہیں دل، بُغض و تعصب کے رجس سے
کہنے کو طہارت کے ہیں سامان ہزاروں

فرعونوں کو چمچوں کی کوئی تھوڑ نہیں ہے
قارون ہزاروں ہیں تو ہامان ہزاروں

اُس کام میں مُلا کی مہارت ہے مُسلم
مل کر بھی نہ کر پائیں جو شیطان ہزاروں

کُرتوں پہ لگے خون کے دھبوں کو چُھپا کر
پھرتے ہیں لئے پاکِ دامان ہزاروں

فتوؤں کے شکنجے میں جکڑ لیتا ہے مُلا
کرتا ہے ہر اِک بات پہ چالان ہزاروں

کافر کے لئے جنتِ ارضی ہے یہ دنیا
مومن کو ہیں ہر گام پہ زندان ہزاروں

کرتا ہے سدا چاک زمانے کو دکھا کر
رکھتا ہے ریاکار، گریبان ہزاروں

کھانے کی جو سوچو تو یہاں دال بھی مہنگی
پکتے ہیں خیالوں میں ہی پکوان ہزاروں

یہ صبر کا اور جبر کا قصہ ہے پُرانا
اس ایک فسانے کے ہیں عنوان ہزاروں

باقی ہے اگر نام، تو نبیوں کا وگرنہ
گزرے ہیں رہِ زیست سے سُلطان ہزاروں

اِس بار بھی اِک راہِ ادق، دل نے چُنی ہے
ورنہ تو یہاں کام تھے آسان ہزاروں

اب چھوڑ بھی عرشی کہ یہ موضوع ہے پُرانا
پھیلے ہیں سُخن کے یہاں میدان ہزاروں

حرفِ دُعا دیا، کبھی حرفِ دُعا لیا

ارشاد عرشیؔ ملک

حرفِ دُعا دیا، کبھی حرفِ دُعا لیا
اِس کے سوا تو کچھ بھی نہ ہم نے دیا لیا

دیکھا کسی کے رُخ پہ جو ناز و ادا کا مان
ہم نے سرِ نیاز، وہیں پر جُھکا لیا

وہ کہہ رہے تھے کس لئے تم ہو بُجھے بُجھے
سو خُود پہ جبر کر کے ذرا مُسکرا لیا

جتنے بھی چارہ گر تھے، وہ رہزن لگے ہمیں
مال و متاع کی طرح، غموں کو چُھپا لیا

ہم محفلِ طرب کو نہ غمگین کر سکے
سو خود پہ رات، خولِ بشاشت چڑھالیا

تا زندگی ہم اپنے مقابل ڈٹے رہے
آخر خود اپنے آپ کو ہم نے گرالیا

اب تو وصالِ یار کی بھی آرزو نہیں
ہم نے فراقِ یار سے ہی دل لگالیا

اِس داغِ دل کا جب کوئی مصرف نہ مل سکا
تمغہ بنا کے اس کو جبیں پر سجالیا

بھولے ہوئے تھے ہم غمِ دوراں کے سب چلن
آ کر کسی کی یاد نے پھر آزمالیا

پھرتے ہیں اپنی کھوج میں دیوانہ وار ہم
جیسے کسی نے ہم کو ہمیں سے چُرا لیا

وہ بھی پڑھا کہ جو نہ لکھا تھا کتاب میں
اِک حرف پر نگاہ کو جب سے جما لیا

رُسوائیوں سے ہم نے بُنا اِک حسیں لباس
پھر اہتمام سے اسے تَن پر سجا لیا

اِک سرسری نگاہ سے دیکھا کسی نے بس
خوش فہم دل نے ایک فسانہ بنا لیا

اِک عُمر ہو گئی ہمیں خود سے ملے ہوئے
کل گردشِ جہان سے اپنا پتہ لیا

اِک اوڑھنی تھی مان کی ہونے کو لیر لیر
صد شُکر، تُم نے فون پہ ہم کو منا لیا

دیکھا گیا نہ ہم سے کوئی شخص بھی اُداس
سب کو پکڑ کے ہاتھ برابر بٹھا لیا

دو لفظ واہ واہ کے، اِک چشمِ التفات
ہم نے نہ کچھ بھی بزم سے اس کے سوا لیا

منہ دے کے ہم لحاف میں لیٹے ہی تھے ابھی
یک دم کسی کی یاد کے طُوفاں نے آلیا

بدنامیوں نے کام یہ آسان کر دیا
ہم نے بھی نام شہر میں عرشیؔ کما لیا

لوٹ آؤ

(یہ غزل کوثر کے جذبات پر مشتمل ہے جسے خاکسار نے منظوم کیا ہے)

ارشاد عرشیؔ ملک

دل کو بخشو قرار لوٹ آؤ
جان و دل ہیں فگار لوٹ آؤ

گر نہ ہو ناگوار لوٹ آؤ
ہم ہیں اُمیدوار لوٹ آؤ

پھیکے پھیکے سے ہو گئے تجھ بِن
میرے لیل و نہار لوٹ آؤ

جانے کس طرح سال بیتے گا
ہے بہت انتظار لوٹ آؤ

تیرِ فُرقت، دلِ شکستہ کے

ہو گیا آر پار لوٹ آؤ

بوجھ غم کا دھرا ہے سینے پر

اے مرے غم گسار لوٹ آؤ

صبر کی تاب اب نہیں باقی

دل ہے بے اختیار لوٹ آؤ

شب کو تارے شمار کرتی ہوں

کیا ہو دِن میں شمار لوٹ آؤ

محفلیں سُونی سُونی لگتی ہیں

کھو گیا جب سے یار لوٹ آؤ

تم جو لوٹو تو لوٹ آئے گی

پھر سے فصلِ بہار لوٹ آؤ

تم بھلا کیسے بھول پاؤ گی
میرا بے لوث پیار لوٹ آؤ

شہر میں دُھند تو نہیں لیکن
آنکھ ہے پُر غُبار لوٹ آؤ

تم نے وعدہ کیا تھا آنے کا
ہم کو ہے اعتبار لوٹ آؤ

روز و شب ساتھ ہم بِتائیں گے
وقت تم پر نثار لوٹ آؤ

یاد کرتا ہے تم کو ہر لحظہ
یہ دلِ خاکسار لوٹ آؤ

تم جو آؤ تو ہو ہی جائیں گے
رات دن خوشگوار لوٹ آؤ

ہیں قدم اپنے راہِ اُلفت ہیں
اب تلک اُستوار لوٹ آؤ

لوٹ آنے کا عزم گر کر لو
ہیں طریقے ہزار لوٹ آؤ

دسترس میں مرے نہیں کچھ بھی
تم ہی موڑو مہار لوٹ آؤ

کیا زباں سے کہیں کہ چہرے سے
ہے سبھی آشکار لوٹ آؤ

بے سُرے ہو گئے ہیں سُر سارے

دل ہے ٹوٹا ستار لوٹ آؤ

تھک نہ جائیں یہ منتظر آنکھیں

تم ہوا پر سوار لوٹ آؤ

سامنے بیٹھ کر دکھائیں گے

ہم دلِ داغ دار لوٹ آؤ

دن جو سترہ یہاں گزارے تھے

تھے بہت یادگار لوٹ آؤ

دل کو کیسی یہ بے قراری ہے

پھول لگتے ہیں خار، لوٹ آؤ

تم کو آب و ہوا کراچی کی

ہے بہت سازگار، لوٹ آؤ

رونقِ شہر لوٹ آئے گی

اے مرے شہریار لوٹ آؤ

تیری یادوں کی ریت اُڑتی ہے

دل ہوا ریگ زار لوٹ آؤ

وہ خُنک شام اور وہ سیریں

تھیں بہت پُر خُمار لوٹ آؤ

راہ تکتا تھا ایک بینچ تری

تھا بہت سوگوار لوٹ آؤ

لے نہ جائے بہا کے اُمیدیں

وقت کی آبشار لوٹ آؤ

ہم منائیں گے تیرے آنے پر

ایک جشنِ بہار لوٹ آؤ

مجھ میں باقی نہیں رہی اب تو

دردِ دل کی سہار لوٹ آؤ

یاد آتی ہو تم بہت عرشیؔ

دل ہے اُجڑا دیار لوٹ آؤ

سارے جذبات میں نے کوثر کے

لے لئے مستعار لوٹ آؤ

آؤ کہ شہرِ دل کو اِک بار پھر بسائیں

(کوثر کے واٹس ایپ کے میسج سے انسپائر ہو کر)

عرشی ملک

گزرے ہوئے دنوں کی محرومیاں بُھلائیں
آؤ کہ شہرِ دل کو اِک بار پھر بسائیں

پانے کی جس کو برسوں رو رو دعائیں مانگیں
کیسے ہنسی ہنسی میں اس شخص کو گنوائیں

اِک چھیڑ سی ازل سے جاری ہے دل جلوں میں
کچھ تم ہمیں ستاؤ، کچھ ہم تمہیں ستائیں

چہرے پہ ہے بشاشت، پر آنکھ میں نمی ہے

کس طرح محفلوں میں ہم حالِ دل چھپائیں

واضح نہیں ہے ہم پر خود اپنے دل کی حالت
پھر کیا وضاحتیں دیں، ہم کیا تمہیں بتائیں

اپنا ہی ہاتھ لگ کر اِک زخم دُکھ گیا تھا
الزام دوستوں پر ناحق کو کیا لگائیں

نادان دل تھا عرشیؔ مچلا اگر تو کیا ہے
کیوں خود کو دے رہی ہو اتنی کڑی سزائیں

تھے وصل سے بھی بڑھ کے مزے ہجرِ یار کے

ارشاد عرشی ملک

تھے وصل سے بھی بڑھ کے مزے ہجرِ یار کے
کیا کیا نہ دل نے لُطف لئے انتظار کے

دیکھو تو ڈھنگ گردشِ لیل و نہار کے
کترا کے ہم سے بیت گئے دن بہار کے

ہم اُٹھ کے آ گئے، پہ رہے کان منتظر
اے کاش، دیکھتا تو سہی وہ پُکار کے

محفل میں دل کے داغ دکھانے سے کر حذر
لَو دے اُٹھیں نہ دھوپ میں پتے چنار کے

کچھ کم نہیں تھے موت سے لمحے فراق کے
چھُوٹے تھے اپنے ہاتھ سے جب ہاتھ یار کے

ہم اُٹھ کے آ گئے پہ رہے کان منتظر
اے کاش دیکھتا تو سہی، وہ پُکار کے

ہم ڈھے گئے ہیں ریت کی دیوار کی طرح
باقی نہیں ہیں حوصلے، غم کی سہار کے

وعدے کی شام ڈھل گئی، شب بھی گزر گئی
بکھرے پڑے ہیں کانچ یہاں اعتبار کے

ماہر ہے تُو حساب میں، ناصح اگر تو آ
اور کر شمار داغ، دلِ داغ دار کے

اِن مصنوعی سی عارضی خوشیوں کو کیا کریں
موسم ہمیں عزیز، غمِ پائیدار کے

افسوس راز دار نے خود سارے شہر میں
چرچے کیئے ہیں میرے دلِ سوگوار کے

لے آئی کس مقام پہ دل کو شکستگی
تیور بدل گئے ہیں ترے دل فگار کے

دل پر ہنسی ہنسی میں ہی چرکے لگا گیا
اطوار کچھ عجیب ہیں اِس غم گسار کے

کیا لُطف عاجزی میں ہے اُن کو خبر نہیں
جو لوگ قید میں ہیں انا کے حصار کے

منصور ہے نہ شہر میں سُقراط ہے کوئی

موسم پلٹ کے آئے نہ زہراب و دار کے

اب اختیار پا کے بھی بیٹھا ہے چُپ کا چُپ

کیا کیا نہ شوق تھے دلِ بے اختیار کے

اس دورِ برقیات میں ناپید ہو گئے

جذبات میں گندھے ہوئے نامے وہ پیار کے

تُو بامِ فخر و ناز سے نیچے اُتر کبھی

عجز و نیاز دیکھ دلِ خاکسار کے

کرتے ہیں لین دین دلوں کا جو رات دن

آؤ اُنہیں سے سیکھ لیں گُر کاروبار کے

اِک اجنبی کی آنکھ میں دیکھا ہے اپنا عکس
اب رقص دیکھئے، دلِ دیوانہ وار کے

محفل میں اِک سے ایک تھے دانشور و حسیں
وہ پاس آکے بیٹھ گئے مجھ گنوار کے

ہے وقتِ کُوچ سامنے، پر دل ہے بے خبر
دیکھے تو کوئی حوصلے اِس نابکار کے

دی مہلتِ گناہ بھی، بخشش کا اِذن بھی
احسان دیکھئے مرے پروردگار کے

رحمت نے بڑھ کے چوم لئے ڈولتے قدم
توبہ ہی کام آئی دلِ شرمسار کے

عرشیؔ پڑھے جو اُن کی نظر کے مکالمے

قائم رہے نہ ہوش، دلِ ہوشیار کے

******

بڑھاپے کی ایک اہم دعا

(جو ہر ساٹھ سال سے زائد عمر کے شخص کو ہمیشہ مانگنی چاہیے)

(ماخوذ)

ارشاد عرشی ملک

اے مرے خالق، مرے مالک، خدائے ذوالجلال
تُو کہ عالی شان ہے، تُو برتر از اوج و زوال
مجھ کو تو گہنا گئے، ہر پل گزرتے ماہ و سال
میں کے بڑھاپے کی ہوں دہلیز پر، سُن میرا حال

تُجھ سے تنہائی میں کرنے ہیں مجھے راز و نیاز
نفسِ سرکش کی بیاں کرنی ہے تجھ سے ساز باز
کچھ مسائل ہیں مرے جن پر مدد درکار ہے

گر نہ ہو تیرا کرم تو کام یہ دشوار ہے

بولنے کی حرص بڑھتی جارہی ہے، اے خدا

بس اسی باعث ہیں سب مجھ سے خفا

آ گئیں کمزوریاں، بینائی میں، شنوائی میں

فرق پر آیا نہیں ہے، قوتِ گویائی میں

اے خدا باتونی پن سے تُو مجھے محفوظ رکھ

اور بچا مجھ کو کہ دہراتا چلا جاؤں نہ میں

وہ لطیفے، چٹکلے، ازبر ہیں جو ہر شخص کو

جن کو سُن سُن کر مرا نوکر بھی اب ہنستا نہیں

کیوں نہ ہو چھوٹوں بڑوں کو اُن سے رنجش مستقل

بولنے کی جب لگے بوڑھوں کو پیچش مستقل

اور رکھ محفوظ ہر موضوع پہ رائے ٹھونسنے کے شوق سے

ہر کسی کے معاملے میں ٹانگ اَڑانے کے بھیانک ذوق سے
اے مرے مالک مجھے محفوظ رکھ
غیر اہم، بے کار تفصیلات سے
بات اصلی بھولنے کی صورتِ حالات سے

دے مجھے توفیق، میں دُکھ دوسروں کے بانٹ لوں
نہ کہ شوقِ گفتگو میں بات اُن کی کاٹ دوں
اے خدا مجھ کو عطا کر بُردباری اور وقار
مجھ کو بے صبری نہ کر دے ذلتوں سے ہم کنار

جو غلطیاں مجھ سے ہوں سرزد، میں ان کو مان لوں
نہ کہ میں اُن کا دفاع کرنے کی دل میں ٹھان لوں

میں کہ ہو سکتا نہیں گوشہ نشیں صوفی اگر
یہ تو کر پاؤں کہ گھل مل کر کروں جیون بسر
میری بیوی اور بچوں کو نہ ہو مجھ سے حذر

ناں مرے احباب کو ہو چرب گفتاری کا ڈر

روز و شب ہے لذتِ گفتار بڑھتی جا رہی
تیوری ہر اِک کے ماتھے پر ہے چڑھتی جا رہی

میرے دل سے دُور کر دے اس خیالِ کام کو
عمر میں گر میں بڑا ہوں عقل میں بھی ہوں بڑا
اے خدا اس دعوٰیِ بے کار سے مجھ کو چُھڑا

مجھ کو دے توفیق کر پاؤں مدد ہر کس و ناکس کی میں
دھونس دینے کے بِنا، احساں جتانے کے بِنا
حاکمیت جھاڑنے کے شوق سے محفوظ رکھ
لُطف سے بے ساختہ پن کے مجھے محظوظ رکھ
محسنوں کے واسطے حرفِ تشکر کر عطا
مجھ کو کِبر و خود ستائی سے بچا

ہونٹ سینے کی مجھے توفیق دے

بوریت سے بھی نبٹنے کے لئے

خواہشِ تحقیق دے

مجھ کو بے لذت گناہوں سے چھُڑا

اور علت سے ٹھرک پن کی بچا

صبر سے میں کاٹ لوں تنہائیاں

ہیں بُری اس عمر کی رسوائیاں

اے خدا مجھ کو بچا فرسودگی سے سوچ کی

میں بدلتے وقت کی تبدیلیوں سے لُطف لوں

نہ کہ اُٹھتے بیٹھتے لعنت ملامت ہی کروں

مستقل تنقید کی سُولی پہ ہر اِک کو کسوں

اے خدائے مہرباں

برسوں سے خواہش ہے مری، جب ہو وقتِ واپسی

کم سے کم دو، ایک تو افراد باقی ہوں ابھی

جن کو اپنا ہم نوا میں کہہ سکوں

جن کو یارِ آشنا میں کہہ سکوں

جو جنازے پر ہوں میرے غم زدہ

میری بخشش کے لئے مانگیں دُعا

******

ملالہ کے نام

ارشاد عرشیؔ ملک

مبارک ہو تُجھے
نوبل پرائز امن کا بیٹی
پلی تُو نفرت و دہشت کی پتھریلی زمینوں پر
یہی نفرت جو تجھ پر گولیوں کی شکل میں برسی
یہی نفرت تھی
اِک سائنس داں نے عمر بھر جھیلی
گڑی تھی اُس کے دل میں بھی تعصب کی یہی برچھی
یہی نوبل پرائز تجھ سے پہلے اُس نے جیتا تھا
وہ پاکستان کا بیٹا
وطن سے پیار تھا اس کو
مگر نفرت کے شعلوں کو، نہ جیون بھر بُجھا پایا

وہ چل کر اپنے قدموں پر نہ پاکستان آپایا

اور اب تُو ہے

کہ تُو پہچانِ پاکستان ہے بیٹی

مگر تُو لوٹ کر اپنے وطن کو آ نہیں سکتی

ہر اِک فورم پہ

جو نغمے محبت کے سُناتی ہے

وطن آ کر وہی نغماتِ اُلفت گا نہیں سکتی

ہمیں فُرصت نہیں ملتی

ارشاد عرشی ملک

خُدا سے دل لگانے کی ہمیں فُرصت نہیں ملتی
اُسی اِک در پہ جانے کی ہمیں فُرصت نہیں ملتی

یہ دل اللہ کا گھر تھا، مگر اب غیر بستے ہیں
وہ آتا ہے، بُلانے کی ہمیں فُرصت نہیں ملتی

مہد سے تالحد، دُنیا ہے، اس کے تانے بانے ہیں
خُدا سے تانے بانے کی ہمیں فُرصت نہیں ملتی

نبھاتے ہیں زمانے میں تعلق داریاں پیہم
مگر رب سے نبھانے کی ہمیں فُرصت نہیں ملتی

مِلے رہتے ہیں موبائل پہ دل کے تار غیروں سے
خُدا سے دل ملانے کی ہمیں فُرصت نہیں ملتی

جہاں پر آنسوؤں کا مول ہیروں سے بھی بڑھ کر ہے
وہاں آنسو بہانے کی ہمیں فُرصت نہیں ملتی

زمانے کی رضا ہر حال میں مطلوب ہے ہم کو
رضا اُس کی کمانے کی ہمیں فُرصت نہیں ملتی

خُدا کو بھول کر ہر در پہ ہم فریاد کرتے ہیں
وہ سُنتا ہے سُنانے کی ہمیں فُرصت نہیں ملتی

دُکھاتے ہیں دلوں کو، کر کے کاری وار لفظوں کے
مگر مرہم لگانے کی ہمیں فُرصت نہیں ملتی

نہ خود کو خاک کرتے ہیں، نہ ملتا ہے خُدا ہم کو
یہ نُسخہ آزمانے کی ہمیں فُرصت نہیں ملتی

حیاتِ اُخروی کے واسطے لازم ہے جو کھانا
اُسی اِک آب و دانے کی ہمیں فُرصت نہیں ملتی

جہاں جُھکتے سروں پر رفعتیں بھی ناز کرتی ہیں
وہیں پر سر جھکانے کی ہمیں فُرصت نہیں ملتی

جہاں سے لوٹ کر عرشیؔ کوئی خالی نہیں آتا
اُسی اِک در پہ جانے کی ہمیں فُرصت نہیں ملتی

ماں تیری ہے

(ماخوذ)

ارشاد عرشیؔ ملک

سوچو، اکثر یوں ہوتا ہے
لیکن ایسا کیوں ہوتا ہے
بچپن میں سب بھائی، بہنیں
ماں کی قربت ہتھیانے کو
اِک دُوجے سے لڑ پڑتے ہیں
ہر کوئی چِلّاتا ہے
ماں میری ہے، ماں میری ہے
اور آنکھوں میں پیار بھرے
ماں دھیرے دھیرے ہنستی ہے

بعد میں لیکن یوں ہوتا ہے

سوچو، ایسا کیوں ہوتا ہے

اپنے اپنے گھر والے

جب ہو جاتے ہیں بہنیں بھائی

بُوڑھی ماں کو اِک دوجے کے

سر پر ڈالا کرتے ہیں

اِک دُوجے سے لڑتے اور جھگڑتے ہیں

ہر کوئی چلاتا ہے

ماں تیری ہے، ماں تیری ہے

تب ماں دل میں درد سموئے

چپکے چپکے روتی ہے

بے حد حیراں ہوتی ہے

جو ملک نام پہ اسلام کے بنا اس میں

ارشاد عرشیؔ ملک

جو ملک نام پہ اسلام کے بنا اس میں
سلامتی سے ہی محروم ہو گئے ہیں لوگ

یہاں پہ شام و سحر کربلا کا موسم ہے
ہیں ماتمی سی فضائیں دلوں میں گہرا سوگ

سمٹ کے رہ گیا مذہب، جنون و دہشت تک
نئی نسل بھی یہی چُگ رہی ہے، ہر پل چوگ

جو دِینِ امن تھا، اب جبر کی علامت ہے
مغز کو پھینک کے جیبوں میں بھر لیا ہے پھوگ

یہ بد دُعا یا ہو املک درسِ عبرت ہے
جو لاعلاج ہیں افسوس لگ گئے وہ روگ

نصیب میں نہیں ہجرت تو کیا کریں عرشیؔ
سو ہم نے اپنے ہی کمرے میں لے لیا ہے جوگ

آپ مجھ کو سمجھ نہیں سکتیں

ارشاد عرشیؔ ملک

میرے بیٹے ،مرے جگر پارے

تیری باتوں کو میں سمجھتی تھی

جب تجھے بولنا نہ آتا تھا

اب جواں ہو کے مجھ سے کہتا ہے

پوچھتی کیوں ہیں؟

کیا بتاؤں میں؟

آپ مجھ کو سمجھ نہیں سکتیں

شیر اور کُتا

ارشاد عرشیؔ ملک

بقا مشروط ہے قوموں کی
لیڈر کی دلیری پر
صداقت پر امانت پر
اور اس کی باشعوری پر
جو بدبختی سے شیروں کا
اگر لیڈر بنے کُتا
تو شیروں کے مقدر میں
لکھی ہے موت کُتے کی

جو خوش بختی سے

سو کُتوں کو لیڈر شیر مل جائے

تو کُتے ہو کے بھی ڈٹ جائیں گے

وہ شیر کی مانند

اور اِک پاؤ کا عرشیؔ

تول ہو گا سیر کی مانند

بقا مشروط ہے قوموں کی

لیڈر کی دلیری پر

بیٹی اور دروازہ

ارشاد عرشیؔ ملک

(ماخوذ)

رات تھی وہ سہاگ کی جس میں
ایک جوڑے کے درمیاں عرشیؔ
عہد و پیماں ہوئے محبت کے
ساتھ جینے کے، ساتھ مرنے کے
ایک دُوجے کے دل کی خواہش کا
دائماً احترام کرنے کے

اس پہ بھی متفق ہوئے دونوں
کہ وہ آئندہ زندگی اپنی

حُسن و احسان سے گزاریں گے

گر چہ کتنی بھی مشکلیں آئیں

اُن کا مل جُل کے حل نکالیں گے

اپنے ماں باپ کو کسی صورت

ناں بتائیں گے بات آپس کی

ناں مدد کے لئے پکاریں گے

اور اس عہد کا نشاں یہ ہے

اُن کے ماں باپ میں سے گر کوئی

اُن سے ملنے کو اِس گھڑی آیا

وہ نہ کھولیں گے گھر کا دروازہ

تا نہ اوّل سے ہی بکھر جائے

اُن کے پیمانِ نَو کا شیرازہ

ہو چُکے جب یہ عہد و پیماں سب

ان پہ بُختہ ہوئے وہ دونوں جب

آزمائش کا وقت آیا تب

جس کا اُن کو نہیں تھا اندازہ

اُن کے پیمان کے پرکھنے کو

بج اُٹھا دفعتاً، وہ دروازہ

آئی لڑکے کے باپ کی آواز

تجھ سے کچھ کام ہے مرے بیٹے

ایک لمحے کو کھول دروازہ

دُلہا، دُلہن نے ایک دوجے کو

دفعتاً ہڑبڑا کے تب دیکھا

اُس گھڑی مُسکرا دیا لڑکا

اپنے ہونٹوں پہ رکھ کے اُنگلی کو

یہ اشارہ کیا کہ شِش شِش، چُپ

اور کھولا نہ گھر کا دروازہ

باپ مایوس ہو کے لوٹ گیا

وائے قسمت کے تھوڑی دیر کے بعد

زور سے پھر بجا وہ دروازہ

اب تھی دُلہن کے باپ کی آواز

میری بیٹی تھی اِک ضروری بات

تجھ سے کہنا میں بھول بیٹھا تھا

بس وہی بات کہنے آیا ہوں

ایک لمحے کو کھول دروازہ

پھر سے دُولہا نے اور دُولہن نے

ایک دُوجے کو چونک کر دیکھا

گڑبڑا سے گئے وہ دونوں تب

صورتِ حال ہو گئی تھی عجب

مسکرا پر نہ پائی دُلہن اب

اُس کی آنکھوں میں اشک بھر آئے

دل پہ جیسے چُھری سی چل جائے
زخمی و مُلتجی نگاہوں سے
اُس نے شوہر کو اِک نظر دیکھا
اور بڑھ کر کواڑ کھول دیا

اور حیران ہو گیا لڑکا
اپنی بیوی کی عہد شکنی پر
اُس کی جرات پہ، اُس کی ہمت پر
گو پریشان ہو گیا لڑکا
منہ سے لیکن وہ کچھ نہیں بولا

سالہا سال یونہی بیت گئے
چار بیٹے دیئے خُدا نے اُنہیں
بعد بیٹوں کے ایک بیٹی دی
جشن تب باپ نے کیا برپا

مسجدوں میں چراغ جلوائے
دعوتیں کیں، طعام پکوائے

اُس کی بیوی ہوئی بہت حیراں
ہنس کہ کہنے لگی کہ جانِ جاں
لوگ بیٹوں کا جشن کرتے ہیں
تم نے بیٹی کا جشن کر ڈالا
اس قدر خوش ہو کس لئے پیارے
یہ تو بیٹی ہے دھن پرایا ہے
جانے کس کے چمن کا سایہ ہے
بیٹیوں کی بھلا ولادت پر
کس نے جشنِ طرب منایا ہے؟

یہ تو چڑیا ہے گھر کے آنگن کی
چوگ چگ لے گی اپنی قسمت کا

ان منڈیروں پہ، کچھ برس کے لئے

چہچہائے گی گیت گائے گی

پھر کوئی اور گھر بسائے گی

دفعتاً ہم کو چھوڑ جائے گی

باپ نے ایک سانس لی ٹھنڈی

مسکرا کر مگر لگا کہنے

بند کر لیں گے جب مرے بیٹے

باپ پر اپنے گھر کے دروازے

تب یہ بیٹی کواڑ کھولے گی

بیٹی اور باپ

ارشاد عرشیؔ ملک

باپ اور بیٹا
گھر کے پچھلے لان میں
کرکٹ کھیل رہے تھے
کرکٹ کا ماہر تھا والد
پر بیٹے کا دل رکھنے کو
جان بوجھ کر ہار رہا تھا
بیٹا جیت کی سرشاری میں
خوش تھا، نعرے مار رہا تھا

سات برس کی پیاری بیٹی
بینچ پہ بیٹھی

سارا منظر دیکھ رہی تھی

وہ ابّو کی ہار مسلسل دیکھ نہ پائی

دوڑ کے آئی

باپ سے لپٹی

رو کر بولی

ابّو میرے ساتھ بھی کھیلیں

آپ کو جتوانے کی خاطر

میں ہاروں گی

یقین

(ماخوذ)

ارشاد عرشیؔ ملک

جنگ کا میدان تھا

اور گولیوں کی گھن گرج

تھے دھماکے ہی دھماکے

اور پھیلا تھا دھواں

تھا بہت بے چین

اپنے مورچے میں اِک جواں

اُس کی خواہش تھی

کہ جائے دوڑ کر میدان میں

اور اُٹھالائے، وہ اپنے یار کو

اُس کے افسر نے کہا

!اے نوجواں

یار تیرا مر چُکا ہے بے گماں

ڈال مت خطرے میں اپنی جان کو

ہوش کر، قابو میں رکھ اوسان کو

چیل کی طرح مگر فوجی گیا

اور مُردہ جسم اپنے یار کا

لاد کر کاندھے پہ

واپس مورچے میں آ گیا

اُس کے افسر نے کہا

لے دیکھ لے

سچ تھا جو میں نے کہا

جانتا تھا میں کہ جانا ہے ترا بے فائدہ

پونچھ کر آنکھوں کو فوجی نے کہا

سر! مرا جانا نہ تھا بے فائدہ

جب میں پہنچا پاس اپنے دوست کے

اُس نے آنکھیں کھول کر دیکھا مجھے

مسکرایا

پھر میرے ہاتھوں کو بھینچا

اور کہا

تھا یقیں مجھ کو تم آؤ گے ضرور

پہلی بار

ارشاد عرشیؔ ملک

عمر تھی اُس نوجواں کی غالباً پچیس سال
باپ کے ہمراہ تھا وہ ریل میں بیٹھا ہوا
شوق سے کھڑکی سے باہر دیکھتا
لُطف ہر منظر کا تھا وہ لے رہا

دفعتاً چلّایا کافی جوش میں
دیکھئے بابا
ذرا پیڑوں کی جانب دیکھئے
بھاگتے جاتے ہیں پیچھے کی طرف
ریل جیسی تیز رفتاری کے ساتھ

مسکرایا باپ اور بیٹے کو دیکھا پیار سے

باپ بیٹا لگ رہے تھے کچھ عجب سرشار سے

سامنے کی سیٹ پر بیٹھا ہوا اِک اجنبی

حیرت و اُلجھن میں لیکن گھر گیا

بچگانہ سا اُسے لگنے لگا

نوجواں لڑکے کا یہ طرزِ عمل

نامناسب سی تھی اس پر مسکراہٹ باپ کی

ضبط کر کے خود پہ لیکن چُپ رہا

آسمان کی سمت پھر لڑکے نے دیکھا جھانک کر

اور پھر چِلاّ کے اپنے باپ سے کہنے لگا

بادلوں کو دیکھئیے بابا ذرا

چل رہے ہیں یہ ہمارے ساتھ ساتھ

مسکرا کر باپ سہلانے لگا

پیار سے بیٹے کا ہاتھ

اجنبی کو اور بھی اس مرتبہ اُلجھن ہوئی
ضبط نہ اس بار خود پر رکھ سکا
ڈال کر ماتھے پہ بل وہ باپ سے کہنے لگا

آپ کے بیٹے کو ہے شائد معالج کی طلب
میری رائے میں اس درکار ہے فوری علاج
مسکرایا نوجواں لڑکے کا باپ
خندہ پیشانی سے پھر کہنے لگا

مِل کے ہم اس کے معالج ہی سے واپس آئے ہیں
آج صبح ہی چَھٹے رنج والم کے سایے ہیں
مدتوں ہوتا رہا اس کا علاج
آخرش رب نے سُنی اپنی پُکار
وقتِ پیدائش سے نابینا تھا یہ
اِس نے دیکھی ہے یہ دُنیا پہلی بار

مسلمان اور کفر کے فتوے

ارشاد عرشی ملک

مسلماں اس قدر اُلجھے ہوئے ہیں
فرقہ بازی میں
کہ باہم فتویٰ تکفیر، ان کا شغلِ پیہم ہے
دلوں میں رنجشیں ہیں
نفرتیں ہیں، بغض دائم ہے

کئی صدیوں سے فتوے کُفر کے
اِک جنسِ ارزاں ہیں
نظر میں ایک دُوجے کی
تو یہ کُفارِ عریاں ہیں
نجس ہیں مُلحد و زندیق ہیں

اور اہلِ عصیاں ہیں

مگر کفار کی نظروں میں

یہ سارے مسلماں ہیں

یہ جہاں، اِک بُت کدے کی مثل ہے

ارشاد عرشیؔ ملک

یہ جہاں، اِک بُت کدے کی مثل ہے
اَن گنت بُت ایستادہ ہیں یہاں
بُت کہیں خواہش، کہیں دولت کا ہے
رسم کا، اولاد کا، عادت کا ہے
دین کے ظاہر کا ہے، بدعت کا ہے
اور حُبِ جاہ کا، شوکت کا ہے

نوعِ انساں پر کرم ہوتا ہے جب
بھیج دیتا ہے خُدا اِک بُت شکن
اِک پیمبر یا ولی کے روپ میں
جو کئی برسوں تلک جاں مار کر

تیشۂ توحید کی ضربوں کے ساتھ

پاش کر دیتا ہے بُت چھوٹے بڑے

ربّ سے دیتا ہے وہ بندوں کو ملا

لذتِ توحید دیتا ہے چکھا

جب چلا جاتا ہے مردِ بُت شکن

آخرش دنیائے فانی چھوڑ کر

عارضی سانسوں کا بندھن توڑ کر

اُس کے پیروکار عرشی دفعتاً

سب کی سب تعلیم اس کی بھول کر

اپنے محسن کی شبیہِ ظاہری

دل کے معبد میں بسا لیتے ہیں پھر

اِک صنم خانہ سجا لیتے ہیں پھر

بُت شکن کا بُت بنا لیتے ہیں پھر

ڈاکٹر اور سرجری

ارشاد عرشیؔ ملک

شہر سے کچھ دُور تھا وہ اسپتال

جس میں آیا ڈاکٹر تیزی کے ساتھ

ایک ارجنٹ کال تھی اس کو ملی

سرجری کے ایک پیشنٹ کے لئے

حادثے کا کیس تھا اور سیریس

باپ زخمی نوجواں کا حال میں

پھر رہا تھا ایک بے چینی کے ساتھ

ڈاکٹر کو دیکھ کر وہ چیخ اُٹھا

کس قدر بے حس ہو تم اے ڈاکٹر

میرا بیٹا موت کے پنجے میں ہے

اور اتنی دیر سے آئے ہو تم

ڈاکٹر نے دھیمے لہجے میں کہا

معاف کیجئے آج میں چھٹی پہ تھا

کال ملتے ہی روانہ ہو گیا

جس قدر بھی جلد مجھ سے ہو سکا

آگیا ہوں آپریشن کے لئے

صبر کیجئے اور دعائیں کیجئے

میں بھی کرتا ہوں جو میرے بس میں ہے

باپ چیخا اور بھی تلخی کے ساتھ

صبر کیا ممکن ہے ایسے باپ سے

جس کا بیٹا موت کے پنجے میں ہو

دوسروں کو صبر کی تلقین تو آسان ہے

اپنا بیٹا مر رہا ہو تو یہ مشکل کام ہے

ڈاکٹر نے مسکرا کر حوصلے سے پھر کہا

ہم خدا کے حکم کے پابند ہیں

زندگی لینا کہ دینا تو خدا کا کام ہے

ہاں مگر کوشش کروں گا

جس قدر بھی کر سکا

الغرض اس سرجری میں پانچ گھنٹے لگ گئے

آپریشن روم سے باہر جو نکلا ڈاکٹر

مسکرا کر نوجواں کے باپ سے کہنے لگا

شُکر ہے اللہ کا بیٹا تمہارا بچ گیا

ہوش میں ہے اس سے مل سکتے ہو تم

باپ کے اِک لفظ بھی کہنے سے قبل

ڈاکٹر تیزی سے باہر چل دیا

بُڑبُڑا کر باپ پھر کہنے لگا

رُک نہیں سکتا تھا کیا یہ جلد باز

باپ کی ڈھارس بندھانے کے لئے

زخم خوردہ باپ کے جذبات پر

اِک ذرا مرہم لگانے کے لئے

نرس کی آنکھوں میں آنسو آ گئے

اُس نے دھیرے سے بتایا باپ کو

ڈاکٹر کا اپنا بیٹا نوجواں

مر چُکا ہے حادثے میں کل صبح

آج ہے تدفین اس کی ہو رہی

آپ کے بیٹے کی حالت دیکھ کر

فون کر کے ہم نے بُلوایا اُنہیں

سرجری کا کیس پیچیدہ تھا یہ

شُکر کیجئے اب خدا کا بے حساب

آپریشن ہو چُکا ہے کامیاب

اُن کے بیٹے کی مگر تدفین کا

کام باقی ہے ابھی عالی جناب

موت کے بعد

ارشاد عرشیؔ ملک

آئے تُربت پہ یار موت کے بعد
لے کے پھولوں کے ہار موت کے بعد

جیتے جی نہ کسی نے پوچھا حال
سب ہوئے سوگوار موت کے بعد

عمر بھر جن سے نفرتیں دیکھیں
وہ جتاتے ہیں پیار موت کے بعد

سنگ باری ہی شغل تھا جن کا
ہو رہے ہیں نثار موت کے بعد

اشک پونچھے نہ جس نے جیون بھر
وہ ہوا اشک بار موت کے بعد

تم نے آنے میں دیر کر دی ہے
کیا کرے خاکسار موت کے بعد

اختیارات چِھن گئے سارے
ہم ہیں بے اختیار موت کے بعد

بُھولنے والو کیوں بناتے ہو؟
اب مری یادگار موت کے بعد

وہ نہ آئیں گے موند لے آنکھیں
میت پُر غبار موت کے بعد

آ ہی جائے گا میرے وعدوں کا
آپ کو اعتبار موت کے بعد

کوئی محرم نہ کوئی ساتھی ہے
نہ کوئی غم گسار موت کے بعد

زندگی تک نہیں فقط محدود
مسئلے ہیں ہزار موت کے بعد

اَن گنت رازہائے پوشیدہ
ہوگئے آشکار موت کے بعد

چُھٹ گیا یک بیک غمِ جاناں
اور غمِ روزگار موت کے بعد

بول کچھ، تعزیت کے کہہ دیجئے

ہم ہیں اُمیدوار موت کے بعد

زندگی تک تھیں رونقیں ساری

اب ہے اُجڑا دیار موت کے بعد

آخرش کو اُتر گیا عرشیؔ

عاشقی کا خُمار موت کے بعد

دیکھئے کب تک رہے

ارشاد عرشیؔ ملک

دل کہ اپنے رُوبرُو ہے، دیکھئے کب تک رہے
خُود سے محوِ گفتگو ہے، دیکھئے کب تک رہے

وقت ہر شئے کو بدل دیتا ہے، سو جانِ جہاں
اب تلک تو تُو ہی تُو ہے، دیکھئے کب تک رہے

ایک مُدت سے ہے دل پر غلبہِ یاس و ہراس
دم بخود ہر آرزو ہے، دیکھئے کب تک رہے

ساتھ دیتے ہیں نہ جانے اور کب تک بال و پر
ایک شوقِ جُستجو ہے، دیکھئے کب تک رہے

آشیانوں کی طرف اُڑ جائیں گے پنچھی سبھی

یہ جو وقتی ہاؤ ہُو ہے، دیکھئے کب تک رہے

آفتاب اُمید کا آخر نکل ہی آئے گا

دُھند سی جو چار سُو ہے، دیکھئے کب تک رہے

ہم سے ہو پاتا نہیں بے تابیِ دل کا علاج

درد ہی زیبِ گلو ہے، دیکھئے کب تک رہے

ہم نے سوچا تھا محبت اُس کو کر دے گی گداز

وہ ابھی تک تُند خُو ہے، دیکھئے کب تک رہے

میری چاہت، میری خدمت زیر کر لے گی اُسے

مجھ سے ناواقف عدُو ہے، دیکھئے کب تک رہے

سوچ بنجر تھی، پہ بھیگی آنکھ تو آیا خیال

یہ جو اِک ذوقِ نمو ہے، دیکھئے کب تک رہے

ایک ہی در کی تمنا، ایک ہی در کا خیال
دل ابھی تک باوضو ہے، دیکھئے کب تک رہے

ڈھونڈتی ہے آنکھ، ہر منظر میں ہر لحظہ تجھے
کھوج سی اِک کُو بکُو ہے، دیکھئے کب تک رہے

مملکت میں دل کی اب سکّہ نہیں چلتا مرا
وہ ہے قابض، سُرخرو ہے، دیکھئے کب تک رہے

محوِ حیرت ہوں میں عرشیؔ آس دلِ صد چاک کو
اب تمنائے رَفو ہے، دیکھئے کب تک رہے

رقص کیا

ارشاد عرشیؔ ملک

نایاب تھے لمحے جیون کے، جب وجد میں آ کر رقص کیا
سب رسمیں وسمیں بھول گئے، لہرا لہرا کر رقص کیا

آداب کے ہم بھی قائل تھے، اور صبر و سکوں پر مائل تھے
اُس آنکھ میں ایسی مستی تھی، سب بھول بُھلا کر رقص کیا

عاشق کو ننگ و نام سے کیا، الزام سے کیا، دشنام سے کیا
محبوب کو دیکھا ایک نظر، اِترا اِترا کر رقص کیا

کل رُوح بہت سرشار سی تھی، پر جسم کی سنگت بار سی تھی
سو سر کو جھکا کر بیٹھ رہے، بانہیں پھیلا کر رقص کیا

اِک بزم سجی تنہائی میں، ہم ڈوب گئے گہرائی میں
پھر گھپ اندھیرے میں ہم نے سب دیپ بُجھا کر رقص کیا

دن بھر تو ہم نے صبر کیا اور خود پر پیہم جبر کیا
جب رات کی نبضیں ڈوب گئیں، تب زخم سجا کر رقص کیا

دنیا ہے عجب حیرت کی جا، آیا نہ پکڑ میں کوئی سرا
وہ پا کر بھی رنجیدہ ہیں اور ہم نے گنوا کر رقص کیا

کچھ ڈھکی چھُپی سی باتوں کو غزلوں میں پرو یا عرشیؔ نے
پھر شعر سنائے محفل میں اور بھرم گنوا کر رقص کیا

سائباں باہر ہوں

ارشاد عرشیؔ ملک

ہوا کی زد پہ ہوں، ہر سائباں سے باہر ہوں
وہ اجنبی ہوں کہ اپنے مکاں سے باہر ہوں

نیا نیا مجھے اُڑنے کا شوق لے ڈوبا
زمیں کی گرد ہوں، میں آشیاں سے باہر ہوں

میں ٹمٹماتا ہوا چاند رات کا تارہ
تری نظر میں سبھی، کہکشاں سے باہر ہوں

جُدا ہیں راستے میرے، جُدا مری سوچیں
میں ہم قدم ہوں مگر کارواں سے باہر ہوں

ہر اِک کی ہاں میں ملائی نہ میں نے ہاں اپنی
اسی لئے تو دلِ دوستاں سے باہر ہوں

توقعات نہ رکھ، مجھ سے عاشقوں جیسی
میں سر پھرا ہوں، صفِ عاشقاں سے باہر ہوں

نہ منزلوں کا پتہ ہے، نہ واپسی ممکن
لرزتا تیر ہوں ٹوٹی کماں سے باہر ہوں

میں اپنے ڈھونڈنے والوں کی آنکھ سے اوجھل
قدم قدم ہی سہی، ہر دُکاں سے باہر ہوں

تُو اپنی سوچ کے روزن سے جھانکتا ہے مجھے
مجھے یقیں ہے، میں تیرے گماں سے باہر ہوں

وصال و ہجر کے لمحوں کا اب شمار کہاں

گنوا کے تجھ کو، میں سود و زیاں سے باہر ہوں

مرے لئے نہ حوالے تلاش کر پیارے

گنوا نہ وقت کہ میں داستاں سے باہر ہوں

بہت عزیز ہیں عرشی مجھے اَلم اپنے

خوشی کے مانگے ہوئے سائباں سے باہر ہوں

ہاں پیار کیا ہم نے

ارشاد عرشیؔ ملک

دل عشق کی آتش سے گلنار کیا ہم نے
ہاں پیار کیا ہم نے، اقرار کیا ہم نے
اس راہ پہ چلنے پر اصرار کیا ہم نے

اِک دردِ محبت ہے، اِک سوختہ جانی ہے
دکھلائیں کسے جا کر، جو زخمِ نہانی ہے
ہر غم کی مری جانب، اب نقل مکانی ہے
گو دل کو بہت پہلے ہشیار کیا ہم نے

ہاں پیار کیا ہم نے، اقرار کیا ہم نے

اس راہ پہ چلنے پر اصرار کیا ہم نے

کچھ روز جو ٹھہرا تھا، اِک ماہِ منور تھا

پھر چین سے کب جینا، اس دل کو میسر تھا

چھپ چھپ کے سُلگنا ہی آخر کو مقدر تھا

جی بھر کے کہاں اُس کا دیدار کیا ہم نے

ہاں پیار کیا ہم نے، اقرار کیا ہم نے

اس راہ پہ چلنے پر اصرار کیا ہم نے

سرزد جو ہوئی دل سے تقصیر انوکھی تھی

کچھ روز کی صحبت کی تاثیر انوکھی تھی

پابند ہوئے جس میں، زنجیر انوکھی تھی

کیا جُرم بتاؤ تو سرکار کیا ہم نے

ہاں پیار کیا ہم نے، اقرار کیا ہم نے

اس راہ پہ چلنے پر اصرار کیا ہم نے

ہر سانس مرا اعر شئی، اِک آہ سی بھرتا ہے

دل درد کی سولی پر جیتا ہے نہ مرتا ہے

دریا مری آنکھوں کا، چڑھتا نہ اُترتا ہے

پھر بھی تری یادوں کو، پتوار کیا ہم نے

ہاں پیار کیا ہم نے، اقرار کیا ہم نے

اس راہ پہ چلنے پر اصرار کیا ہم نے

مری مٹی

ارشاد عرشیؔ ملک

دُنیا میں ہے کچھ روز کی مہماں مری مٹی

اُڑ جائے گی کل ہو کے پریشاں مری مٹی

سو رنگ کے جلوے ہیں مری خاک میں پنہاں

آندھی مری مٹی، کبھی طوفاں مری مٹی

اے یارِ ازل، روزِ ازل تجھ سے جو باندھا

بُھولی نہیں وہ عہد وہ پیماں مری مٹی

جس دن سے تری پھونک نے دھڑکن اسے بخشی

اُس روز سے ہے چاک گریباں مری مٹی

کیا مِل گیا پروانۂ خوشنودیِ مولا؟

کس زعم میں تُو خود پہ ہے نازاں مری مٹی

پھیرا تو کبھی مار، مری گور پہ پیارے

لپٹے گی ترے پاؤں سے جاناں مری مٹی

جس خاک کی مُٹھی سے یہ تشکیل ہوئی ہے

اُس خاک سے ملنے سے گریزاں مری مٹی

چھینٹوں سے یہ اشکوں کے مہک اُٹھتی ہے فوراً
ہوتی ہے سرِ بزم غزل خواں مری مٹی

درکار اسے پیار کا جل تھل مرے مولا
اِک ابرِ مسلسل کی ہے خواہاں مری مٹی

آئی تھی تہی دست ہی یہ ملکِ عدم سے
جائے گی وہاں بے سر و ساماں مری مٹی

اِک پل بھی اسے چین میسر نہیں عرشیؔ
کیا ڈال کے گوندھی مرے یزداں مری مٹی

خاموشی

ارشاد عرشیؔ ملک

کسی کی آنکھ سے جب تم اُتر جاؤ

کسی چوٹی سے گِر جاؤ

کسی کے دل میں مر جاؤ

وضاحت کچھ نہ دینا

صبر کرنا، کچھ نہیں کہنا

قیامت جو بھی گزرے

اُس کو تنہا بیٹھ کر سہنا

کبھی سچے نہ ثابت ہو سکو گے

تم وضاحت سے

بچا ہے جو

اسے بھی کھو ہی دو گے

تم فصاحت سے

ندامت سے بھی

کھویا تخت دوبارہ نہیں ملتا

بچھڑ جائے جو اچھا بخت

دوبارہ نہیں ملتا

اگر کچھ کر سکو عرشیؔ

تو بس خاموش ہو جانا

خموشی ہی تمہیں جبرِ مسلسل سے نکالے گی

خموشی تم کو تھامے گی، خموشی ہی سنبھالے گی

خموشی تم کو اپنے نرم آنچل میں چھپالے گی

خموشی وقت آجانے پہ خود تم کو اُجالے گی

خموشی ہی تمہیں تذلیلِ پیہم سے بچالے گی

پل پل جینا، پل پل مرنا

ارشاد عرشیؔ ملک

اندر باہر بے چینی ہے، چین کہیں نہ آئے

پل پل جینا، پل پل مرنا، کیوں اس دل کو بھائے

تیرے ملن کے سپنے دیکھیں، میری بوجھل آنکھیں

صحرا جیسا میرا من ہے، ساون تیری باتیں

تیری ہوں ہاں کو بھی میرا پاگل من دھرائے

پل پل جینا، پل پل مرنا، کیوں اس دل کو بھائے

اُمڈ اُمڈ کر دل کو گھیریں، کچھ بے نام اُمنگیں

چُپکے چُپکے جاگ اُٹھی ہیں کچھ انجان ترنگیں

تیرے قُرب کی خواہش من کے مندر کو مہکائے

پل پل جینا، پل پل مرنا، کیوں اس دل کو بھائے

یادوں کی گل رنگ حویلی، میں ہوں اور تنہائی

اشکوں کی رم جھم نے عرشیؔ، آتش سی بھڑکائی

کچھ تو کہو کیوں دردِ محبت روز و شب تڑپائے

پل پل جینا، پل پل مرنا، کیوں اس دل کو بھائے

دربدری کا حکم ہوا ہے، کس جانب کو جاؤں

اُلجھی راہیں زخمی پاؤں، کاہے نہ گھبراؤں

سانس بھی لوں تو ہُوک سی اُٹھے، لب سے نکلے ہائے

پل پل جینا، پل پل مرنا، کیوں اس دل کو بھائے

اندر باہر بے چینی ہے، چین کہیں نہ آئے

چُپ بول اُٹھتی ہے

ارشاد عرشیؔ ملک

صدائیں ہوں جہاں گونگی، وہاں چُپ بول اُٹھتی ہے
سکوتِ دشتِ جاں میں ناگہاں چُپ بول اُٹھتی ہے

نہیں توفیق ہر اِک کو زبانِ خامشی سمجھے
مسلسل چُپ میں ہے سّرِ نہاں چُپ بول اُٹھتی ہے

خموشی صاحبِ پندار ہے، دعویٰ نہیں کرتی
ہمیشہ ضبط کا بن کر نشاں چُپ بول اُٹھتی ہے

خدا کا قہر اکثر بیشتر خاموش رہتا ہے
مگر مظلوم کی سُن کر فغاں چُپ بول اُٹھتی ہے

نہیں آواز کی مرہونِ منت، کوئی سچائی
جہاں صوت و صدا ہو رائیگاں چُپ بول اُٹھتی ہے

ہمارے کان سُن لیتے ہیں سناٹے کی آوازیں
مکمل خامشی میں جانِ جاں چُپ بول اُٹھتی ہے

کبھی اشکوں میں ڈھلتی ہے، کبھی لب بھینچ لیتی ہے
ہمیشہ ظرف کے شایانِ شاں چُپ بول اُٹھتی ہے

کبھی یک لخت سناٹا سا چھا جاتا ہے محفل پر
سرِ بزمِ ہجومِ دوستاں چُپ بول اُٹھتی ہے

اگر نبضیں صدا کی ڈوب بھی جائیں تو کیا غم ہے
تو پھر ہو کر نگاہوں سے عیاں چُپ بول اُٹھتی ہے

بوقتِ گفتگو بُجھ جائیں جب الفاظ کے جگنو

اچانک پھر ہمارے درمیاں چُپ بول اُٹھتی ہے

محبت کرنے والوں کو نہیں الفاظ کی حاجت

جہاں دم توڑ دیں سرگوشیاں چُپ بول اُٹھتی ہے

گروہِ ناشناساں میں ہر اِک آواز گونگی ہے

اگر مل جائے کوئی ہم زباں چُپ بول اُٹھتی ہے

دلوں میں دُوریاں ہوں تو بلند و بانگ آوازیں

دلوں میں ہوں اگر نزدیکیاں چُپ بول اُٹھتی ہے

نہیں ہر شخص اس قابل خدا اُس سے مخاطب ہو

زہے قسمت اگر ہو مہرباں، چُپ بول اُٹھتی ہے

بہت شور و شغب ہو تو سمٹ جاتی ہے یہ خود میں
جہاں بھی مول ہو چُپ کا گراں چُپ بول اُٹھتی ہے

انا الحق کی صدا ہر دور کا اعزاز ہے عرشیؔ
سرِ مقتل بشکلِ عاشقاں چُپ بول اُٹھتی ہے

******

ہے توبہ کی تڑپ جب تک دلِ بیدار میں زندہ

ارشاد عرشیؔ ملک

ہے توبہ کی تڑپ جب تک دلِ بیدار میں زندہ
مرے مولا بہت کچھ ہے ترے شہکار میں زندہ

نہ ہو مایوس رحمت سے تری گر بندہِ عاصی
تو لازم ہے کہ ہو جائے نگاہِ یار میں زندہ

تری اِک پھونک سے زندوں کو مرتے ہم نے دیکھا ہے
بہت مُردے ہوئے آ کر ترے دربار میں زندہ

تری چشمِ مسیحائی میں کیا اعجاز پنہاں ہے
ہوئے ہم جاں بلب آ کر تری سرکار میں زندہ

بھرے رستوں میں یہ انساں ہیں یا انساں کے سائے ہیں
کوئی ملتا نہیں اس شہرِ پُراِسرار میں زندہ

ہر اِک ہے عجز سے عاری، انا نو گز کی رکھتا ہے
ہر اِک رہتا ہے اپنے نشّہِ پندار میں زندہ

بہت سے لوگ کچھ بھی دے نہیں سکتے زمانے کو
سدا رکھتے ہیں خود کو بحث اور تکرار میں زندہ

کوئی حاسد کوئی ظالم، تکبر میں کوئی بے خود
بہت سے صورتِ ابلیس استکبار میں زندہ

تمنائی تھے جس کی موت کے خود اس کے بھائی بھی
وہ یوسف بِک رہا تھا مصر کے بازار میں زندہ

عجب اِک جشن تھا زندہ دلانِ شہر کا برپا
مگر کوئی نظر آیا نہ اس تہوار میں زندہ

مٹا پائے نہیں صدیوں کے یہ ظلم و ستم ہم کو
ہم اصحابِ کہف کی شکل ہیں اِک غار میں زندہ

ہزاروں وارثانِ تخت ہیں تاریخ میں مردہ
پر اہلِ دل، حکایاتِ صلیب و دار میں زندہ

عدو کے ہاتھ سے پھینکے گئے جو آگ میں عرشیؔ
وہ مومن سب نے دیکھے آخرش گلزار میں زندہ

✼ ✼ ✼ ✼ ✼ ✼ ✼ ✼ ✼ ✼ ✼

ہو جیسے درد کا سُر شوخیِ اظہار میں زندہ

ارشاد عرشیؔ ملک

ہو جیسے درد کا سُر شوخیِ اظہار میں زندہ
میں مر کر بھی رہوں شائد انہیں اشعار میں زندہ

مرے شعروں میں میری سسکیاں سُن کر سمجھ لینا
میں چُنوائی گئی پھر بھی رہی دیوار میں زندہ

کوئی ہوں ہاں نہیں ہم تو صدائیں سب کو دے بیٹھے
کوئی اپنوں میں زندہ نہ کوئی اغیار میں زندہ

بظاہر مقبرہ ہے زندگی، اِک ہُو کا عالم ہے
پر اِک خواہش ابھی تک ہے دلِ بیمار میں زندہ

نہ پوچھو حالِ دل بے خانماں برباد لوگوں سے
کہ تم سے دُور ہو کر جو رہے بے کار میں زندہ

تپش سے تیری نظروں کی جو چہرہ تمتمایا تھا
وہ لالی سی ابھی تک ہے لب ور خسار میں زندہ

تمہاری بے رُخی نے مار ڈالا ہم کو جیتے جی
بہت مشکل ہے رہنا اِس رہِ دشوار میں زندہ

بقا کی گر تمنا ہے، فنا کی راہ سے گزرو
کہ عاشق مر کے ہوتا ہے نگاہِ یار میں زندہ

ابھی تو صفحۂ قرطاس پر ہم کو اُترنا ہے
ابھی ہم دائرے کی شکل ہیں پرکار میں زندہ

مرے مولا تُو عرشیؔ کے لکھے کو زندگی دے دے

رہے حرفِ سُخن اُس کا کئی ادوار میں زندہ

ابھی ہیں خواب آنکھوں میں

ارشاد عرشیؔ ملک

ابھی ہیں خواب آنکھوں میں، ابھی تعبیر زندہ ہے

ابھی دل کے صنم خانے میں اِک تصویر زندہ ہے

تڑپتا ہے دلِ وحشی ابھی غم کے شکنجے میں

ابھی تو پنجۂ شہباز میں نخچیر زندہ ہے

ترے الفاظ سوچوں بھی تو یاد آتے نہیں مجھ کو

ترے لہجے سے جو دل پر لگا وہ تیر زندہ ہے

سُخن آثار لمحوں کو جو پہچانا تو یہ جانا

انہیں لمحوں میں لکھے لفظ کی تاثیر زندہ ہے

جو دھڑکن بن کے دھڑکی ہے، نئی صدیوں کے سینے میں

کُتب خانوں کے شیلفوں میں وہی تحریر زندہ ہے

نہ کُچلو لفظ کی حُرمت کہ کل دنیا دھائی دے

مُصنف مر گیا، اس کی مگر تقصیر زندہ ہے

ابھی آہ و فغاں کی ریت ہے اشعار میں جاری

ابھی شعر و سُخن کی وادیوں میں میر زندہ ہے

تماشا گاہِ دنیا میں کیا رقصِ جنوں برسوں

مگر اب تک ہمارے پاؤں میں زنجیر زندہ ہے

یہ دیمک وقت کی ساری کتابیں چاٹ لیتی ہے

مگر اِک نسخہِ قُرآن کی توقیر زندہ ہے

کوئی وُقعت ستارے کی نہیں ماہتاب کے آگے

مقابل ہو اگر تقدیر، کب تدبیر زندہ ہے

سُنا جو شور و غوغا نصف شب، تو ہنس کے فرمایا

دمِ عشاق سے ہی نالہِ شب گیر زندہ ہے

بجائے بانسری کے فون ہے رانجھے کے ہاتھوں میں

ورق پر فیس بُک کے دورِ نَو کی ہیر زندہ ہے

امانت ہے نئی نسلوں کی اپنی شاعری عرشیؔ

بنالے گی مقام اپنا، اگر تحریر زندہ ہے

جی جانتا ہے

ارشاد عرشیؔ ملک

دل پہ وہ کرب کے سائے ہیں کہ جی جانتا ہے
ہائے کیا لوگ گنوائے ہیں کہ جی جانتا ہے

زندگی تُو نے بھی رسمی سی خوشی کی خاطر
ہم سے وہ رقص کرائے ہیں کہ جی جانتا ہے

دیکھ کر میری نگاہوں میں طلب کی شدت
اُس نے وہ دام بڑھائے ہیں کہ جی جانتا ہے

اُس کی قربت کی تمنا میں خُود اپنے ہم نے
مول کیا کیا نہ گھٹائے ہیں کہ جی جانتا ہے

اُٹھ کے آنا تری محفل سے قیامت ٹھہرا
دل نے وہ حشر اُٹھائے ہیں کہ جی جانتا ہے

ہم کہ نیندوں سے گئے، جاگتی آنکھوں اُس نے
خواب کچھ ایسے دکھائے ہیں کہ جی جانتا ہے

کوچۂ عشق میں ہم بھول کے آ نکلے تھے
درد پر ایسے کمائے ہیں کہ جی جانتا ہے

اس کی اِک پل کی توجہ کی طلب میں ہم نے
رُوپ کیا کیا نہ سجائے ہیں کہ جی جانتا ہے

ہائے معصوم سے جذباتِ محبت دائم
یوں زمانے نے دبائے ہیں کہ جی جانتا ہے

چاک داماں ہیں یوسف کہ ذلیخاؤں نے
ہاتھ کچھ ایسے بڑھائے ہیں کہ جی جانتا ہے

وقت نے لذتِ امروز کے دھوکے میں ہمیں
جام وہ تلخ پلائے ہیں کہ جی جانتا ہے

اے خدا اہلِ محبت نے تری چاہت میں
نام کچھ ایسے رکھائے ہیں کہ جی جانتا ہے

معتبر ہم سے کئی اور بھی عرشیؔ اُس نے
یوں نگاہوں سے گرائے ہیں کہ جی جانتا ہے

******

چُپ لگی جب سے لبوں پر، چین ہے آرام ہے

ارشاد عرشیؔ ملک

چُپ لگی جب سے لبوں پر، چین ہے آرام ہے
دل کی دُنیا میں بھلے عرشیؔ، مچا کہرام ہے

کس طرح پہنے کوئی، افکارِ نو کا پیرہن
اس نگر میں خُوئے تقلیدی لباسِ عام ہے

یوں بصیرت پر جھپٹ پڑتی ہے کم نظری یہاں
بھیڑ پر جیسے جھپٹتا، گرگِ خوں آشام ہے

حبس کچھ ایسا کہ سوچوں میں تعفن ہے بھرا
بد ظنی ایسی، کہ حُسنِ ظن خیالِ خام ہے

بیشتر کانوں میں ہے سیسہ تعصب کا بھرا
بیشتر ہونٹوں کی جنبش، طعنہ و دُشنام ہے

طالبانی سوچ ہے، لیبل مگر اسلام کا
زیبِ تن ہے اسلحہ، اوپر بندھا احرام ہے

سوچنے پر قدغنیں ہیں، قہر ہے اظہار پر
بد یہاں پر نیک ہے، اچھا مگر بدنام ہے

اُن کے خوابوں میں بھی ننگی دہشتوں کا ناچ ہے
جاگتے میں جن کے لب پر نعرہِ اسلام ہے

اُڑ رہی ہیں دھجیاں، ہر سُو متاعِ فکر کی
عقل کے اندھوں کو حاصل تمغہ و انعام ہے

چھوڑ شعر و شاعری، بچے کھلا، ہانڈی پکا

عافیت میں صرف وہ ہے جو ابھی گمنام ہے

ناں ضبطِ غم کا ہے، ناں عرضِ حال کا موسم

ارشاد عرشیؔ ملک

ناں ضبطِ غم کا ہے، ناں عرضِ حال کا موسم
ترے مزاج کا موسم، کمال کا موسم

تمام وقت رہے تذکرے رقیبوں کے
ہمیں تو راس نہ آیا وصال کا موسم

سسک کے رہ گئیں ہونٹوں پہ ہی تمنائیں
عجب تھا آپ کے جاہ و جلال کا موسم

کسی کے لہجے کی یخ بستگی قیامت تھی
ٹھٹھر کے رہ گیا لب پر سوال کا موسم

کسی کے چاند سے چہرے میں کچھ کرامت تھی

دلوں کے بحر میں آیا اُچھال کا موسم

یہ کون آیا فضاؤں میں گُنگناہٹ ہے
ہمارے شہر پہ اُترا جمال کا موسم

کوئی بھی ہم سا شکستہ نظر نہیں آتا
کسے دکھائیں دلِ پائمال کا موسم

لگے گی مرہمِ اُلفت بھی لازماً لیکن
ہے زخمِ دل پہ ابھی ریگ مال کا موسم

ٹھہر گیا مرے دل کے نگار خانے میں
کسی کی یاد کے خواب و خیال کا موسم

ہم اِنتہاؤں کے شائق رہے ہمیشہ سے

نہ راس آیا ہمیں اعتدال کا موسم

تمام شہر کے موسم کا حال سُنتے ہو
کبھی سُنو دلِ آشفتہ حال کا موسم

عجیب دن تھے، ترے التفاتِ بے حد کے
عجیب تر ہے شبِ خستہ حال کا موسم

دلوں کے آئینے نازک ہیں احتیاط کرو
نہ مُڑ کے آئے گا یہ دیکھ بھال کا موسم

گھڑی میں تخت ہے دنیا، گھڑی میں تختہ ہے
یہ زندگی ہے عروج و زوال کا موسم

میں ریزہ ریزہ ہوں لیکن بکھر نہیں پاتی
جکڑ کے رکھتا ہے تیرے خیال کا موسم

لبوں کو بوجھ سا لگنے لگا تبسم بھی
ٹھہر گیا مرے دل میں ملال کا موسم

بھرا ہی رہتا ہے یہ دل کا آبلہ عرشیؔ
نہ جانے آئے گا کب اِندمال کا موسم

حق الیقین

ارشاد عرشی ملک

ہے نجاتِ اُخروی درکار اے پیارے خدا

جو کہ مل سکتی نہیں تجھ سے تعارف کے بنا

معرفت کی دولتِ نایاب کر مجھ کو عطا

لذتِ دنیا سے جو اس دل کو کر دے بے مزہ

نعمتِ گفتار دے یا نعمتِ دیدار دے

اس دلِ بے کار کو اُلفت کا کاروبار دے

ہو اس اندھی آنکھ کو بینائی کی نعمت عطا

کان بہرے ہیں انہیں شنوائی سے کر آشنا

ہے زباں گونگی اسے بھی ذکر کی لذت چکھا

گھپ اندھیرے دل کو اپنی یاد سے دے جگمگا

دُور رہ کر تجھ سے میرا دل کہیں لگتا نہیں

اپنے قدموں میں پڑا رہنے دے تو مجھ کو یہیں

گو کڑی ہے منزلِ علم الیقیں، عین الیقیں

مجھ کو لیکن چاہیے، حق الیقیں حق الیقیں

رشتے اور یقین

ارشاد عرشی ملک

یقیں رشتوں سے اُٹھ جائے

تو رشتے کچھ نہیں رہتے

کہ گیلے، ملگجے، مسلے

نوشتے کچھ نہیں رہتے

فقط زہر آب میں بھیگے ہوئے

بے کار کاغذ ہیں

نہ اِن پر کچھ لکھا جائے

نہ آگ اِن کو جلا پائے

اپنے نواسے جلال گوس کے نام

ارشاد عرشی ملک

مرے بیٹے، مرے پیارے

مری اُمید کے مرکز

کوئی دن تھے کہ تجھ سے دُور رہنا تھا گراں دل کو

کہ وقتی سی جُدائی بھی کہاں اِس دل کو بھاتی تھی

تری یادیں مگر دلکش تھیں، میٹھی تھیں، سُہانی تھیں

بھری محفل میں جس لحظہ بھی تیری یاد آتی تھی

ہنسی بن کر مرے ہونٹوں پہ یک دم پھیل جاتی تھی

پر اب جیون خزاں کا زرد موسم ہے

بہاریں ہو گئیں رُخصت

اُداسی کا جہنم ہے

تُو مجھ سے دُور ہے بیٹے

یہ دل رنجور ہے بیٹے

تری یاد اب بھی آتی ہے، مگر دل کو دُکھاتی ہے

سندیسہ غم کا لاتی ہے، جگر کو چیر جاتی ہے

لبوں پر سسکیاں بن کر اُترتی ہے

اور آنسو بن کے چشمِ منتظر میں پھیل جاتی ہے

گُفتار کے غازیوں کے نام

ارشاد عرشی ملک

ہر اِک چینل پہ چھا جائو مسلسل ہائو ہُو کر کے

بھلے چھکے چھُڑا دو تم زبانی گفتگو کر کے

نہیں ملتے مگر اعلیٰ مراتب مفت میں عرشی

نمازِ عشق ہوتی ہے ادا خوں سے وضو کر کے

روز و شب لوگوں کو دُکھ دیتے ہو تم

ارشاد عرشی ملک

روز و شب لوگوں کو دُکھ دیتے ہو تم

مانگتے ہو پھر خدا سے راحت و امن و سکوں

بَو کے کیکر، آم کھانے کی تمنا ہے جنوں

اُس کے بندوں کو خوشی دو چین دو

پھر بِنا مانگے ہی راحت آئے گی

پھر بِنا مانگے مسرت آئے گی

ہاتھ یہ نایاب دولت آئے گی

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے لئے چند اشعار

ارشاد عرشی ملک

جو صدی کے سر پہ عیاں ہوا، وہ جو روشنی کا نشاں ہوا

بھلا کس سے اس کی مثال دوں، وہ تو آپ اپنی نظیر تھا

وہ جو دینِ حق کا غلام تھا، جسے مصطفٰے کا سلام تھا

وہ جو سب جہاں سے تھا محترم، پہ نظر میں جگ کی حقیر تھا

وہ جو شخص بندہ نواز تھا، جسے اپنے مولا پہ ناز تھا

وہ جو کُل جہاں کا تھا بادشاہ، مگر عاجزی میں فقیر تھا

ہوئے جس سے اپنے بھی بدگماں، رہا دشمنوں کے جو درمیاں

جو اُٹھا اندھیرے کو چیر کر، وہی روشنی کی لکیر تھا

کبھی تہمتیں نہ اُٹھا سکے، جسے تیرہ بخت نہ پا سکے

وہی شخص ماہِ تمام تھا، وہی شخص بدرِ منیر تھا

میں تیری شان میں اتنے قصیدے اور لکھوں گی

ارشاد عرشیؔ ملک

اگرچہ ہوں بہت میں ناقص و کمزور، لکھوں گی
مرا مہدیؑ دلاور تھا، اسے شہ زور لکھوں گی

مرے پیارے مسیحِ پاک تجھ سے ربط ایسا ہے
بھلے دشمن مچائیں لاکھ غوغا شور، لکھوں گی

تجھے کم عقل اور کم ظرف جتنی گالیاں دیں گے
میں تیری شان میں اتنے قصیدے اور لکھوں گی

محبت نے تری دل کو مرے اس طور جکڑا ہے
اے سلطان القلم تیرا کہا ہر طور لکھوں گی

لکھوں گی میں ترے عشاق کی اُلفت کے بھی قصے

عدو نے جو کیئے تجھ پر وہ ظلم و جور لکھوں گی

امر وہ ٹل نہیں سکتا خدا کا جو ارادہ ہو

دلائل اس پہ جو تو نے دیئے فی الفور لکھوں گی

نہیں لکھوں گی میں سطحی سی باتیں تیرے بارے میں

مرے پیارے سدا کر کے میں فکر و غور لکھوں گی

قطعات

ارشاد عرشی ملک

چاند اور ہالہ

خدا کا فضل ہے احسان ہے اور خاص برکت ہے
سوا سو سال سے رشتہ اخوت کا سلامت ہے
یہ بندھن والہانہ سا خدا کی خاص نعمت ہے
خلافت چاند ہے اور چاند کا ہالہ جماعت ہے

چھوڑ دیتے ہیں

مہرباں ہو کے ٹوٹے دل کے ٹکڑے جوڑ دیتے ہیں
مگر پھر دل لگی ہی دل لگی میں توڑ دیتے ہیں

اُنہیں تسخیر کرنا تو دلوں کو خوب آتا ہے

پر اپنی ذات کا نشہ لگا کر چھوڑ دیتے ہیں

دنیا تمہیں سے نالاں ہے

بستیاں بس رہی ہیں ہر جانب

ذہن خالی ضمیر ویراں ہیں

دنیاداری نبھائے جاتے ہو

پھر بھی دنیا تمہیں سے نالاں ہے

ظرف کا دامن

ظرف کے دامن کو نہ پھیلا سکے

اس بلندی تک نہ سارے آ سکے

اپنے دُکھ تو جھیلنے آسان تھے

دوسروں کے سُکھ نہ جھیلے جا سکے

جب ہوا احساس مجھ نادان کو

جب ہوا احساس مجھ نادان کو

تھی صحیح ہر بات میرے باپ کی

تب مرا بیٹا تھا مجھ سے کہہ رہا

ہے غلط ہر بات بابا آپ کی

اختیار کی معراج

ہے یہی اختیا کی معراج

اپنی ہستی سے ہو کے میں معدوم

عاجز و خاکسار ہو جاؤں

تیرے ہاتھوں میں سونپ کر خود کو

آج بے اختیار ہو جاؤں

لذتِ اختیار

اب یہ سفلی خمار مٹ جائے

لذتِ اختیار مٹ جائے

کر کے معدوم خواہشیں اپنی

یہ ترا خاکسار مٹ جائے

حرفِ دعا میں راضی رکھ

یہی دعا ہے کہ ہر ابتلا میں راضی رکھ

مرے خدا مجھے اپنی رضا میں راضی رکھ

عطا کرے نہ کرے، تُو ہے مالک و مختار

یہ التجاء ہے کہ حرفِ دعا میں راضی رکھ

دفنایا نہیں ہے

اِسے اشکوں سے نہلایا نہیں ہے

لباسِ غم میں کفنایا نہیں ہے

تری آمد کی آنکھیں منتظر ہیں

دلِ مردہ کو دفنایا نہیں ہے

سر پھروں میں ہوں

یادوں کے طاقچے میں بُجھا اِک چراغ ہوں

اب تیرے آنسوؤں نہ ترے قہقہوں میں ہوں

کل تیری یاد آئی تھی میں نے جھڑک دیا

اور یہ بھی کہہ دیا کہ بہت سر پھروں میں ہوں

رولیا کرو

آلودہِ سخن نہ غموں کو کیا کرو

لوگوں سے تذکرہ نہ کرو چُپ رہا کرو

جب دردِ دل کی آنچ سے سینہ سلگ اُٹھے

عرشی شبوں کے پچھلے پہر رو لیا کرو

فاصلہ اوڑھیں

آنسوؤں سے بھری گھٹا اوڑھیں

دردِ دل سے بُنی ردا اوڑھیں

منزلیں تو نہیں مقدر میں

کیوں نہ لمبا سا راستہ اوڑھیں

قرب نے کر دیا برہنہ سا

آؤ کچھ روز فاصلہ اوڑھیں

منہدم ہو گئے ہیں

ہم میں اِک ظاہری بشاشت ہے

منہدم ہو گئے ہیں اندر سے

جان جوکھوں میں ڈال کر عرشیؔ

ہم نے موتی چُنے سمندر سے

اشعار

دوستی اِک ہو گئی تھی بے وجہ

پھر وہی جینے کی وجہ بن گئی

کاٹ دی شاخِ تعلق لہجۂ بے مہر سے

آرزوؤں کے شجر کو بے ثمر اس نے کیا

ہے مرے چاروں طرف بے چہرہ لوگوں کا ہجوم

اپنے کاندھوں پر مجھے اپنا بھی سر ملتا نہیں

جہان بھر میں جو اپنی نقل مکانی ہے

تمہاری چشمِ تعصب کی مہربانی ہے

چیخوں کی صدائیں برسوں تک پھر سوتے جاگتے آتی ہیں

جب یادیں دل کے مرقد میں زندہ دفنائی جاتی ہیں

محبت کی گلی سے کون بن تہمت گذرتا ہے

کوئی دل میں اُترتا ہے کوئی دل سے اُترتا ہے

تنِ زن پر لباسِ مختصر اچھا نہیں لگتا

پرندہ بھی ہمیں بے بال و پر اچھا نہیں لگتا

نظر میں حُسن رکھتے ہو تو دنیا تم کو بھائے گی

زباں میں حُسن رکھو گے تو تم دنیا کو بھاؤ گے

خدا موجود تھا اور تم نہیں تھے

ارشاد عرشی ملک

خدا موجود تھا اور تم نہیں تھے

خدا موجود ہو گا، تم نہ ہو گے

سو اس دو چار دن کی زندگی میں

یہ کیا میں میں لگا رکھی ہے پیہم

رضائے خالق و مالک کے آگے

رضائے نفس کو معدوم کر لو

تم اپنی ذات کو موہوم کر لو

کہ گویا وہ ہی وہ ہے تم نہیں ہو